﴾بسم اللہ الرحمٰن الرحیم    نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریمؐ    وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ﴿

# انصار الدین

جلد 14 نمبر 5 | مجلس انصاراللہ برطانیہ کا تعلیمی، تربیتی اور معلوماتی مجلّہ | ستمبر و اکتوبر 2017ء

## انصاراللہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظامِ خلافت کی حفاظت کے لئے انشاءاللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاءاللہ تعالیٰ)

## فہرست مضامین



تمام انصار اپنا جائزہ لیں کہ
کیا آپ حضرت امیرالمومنین
خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
کے ارشاد کے تحت جماعت احمدیہ کی
ترقیات اور احمدیوں کی حفاظت کے لئے
روزانہ دو نفل ادا کر رہے ہیں اور
ہفتہ وار نفلی روزہ کا اہتمام کر رہے ہیں؟


صدر مجلس:
ڈاکٹر چوہدری اعجاز الرحمٰن
قائد اشاعت: راجہ منیر احمد
مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر شمیم احمد
مدیر: محمود احمد ملک
نائبین: صفدر حسین عباسی، حبیب الرّحمٰن غوری۔
مینیجر: نعیم گلزار
ڈیزائننگ: عامر احمد ملک
ترسیل: سعادت جان (انچارج)


"Ansaruddin" 181 London Road, Morden, Surrey SM4 5PT   e-mail address: ansaruddin@ansar.org.uk





Majlis Ansarullah UK Annual Ijtema 2017















Majlis Ansarullah UK Annual Ijtema 2017





# درس القرآن

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ۔ اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ۔

(النحل:126)

اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اپنے ربّ کے راستے کی طرف حکمت کے ساتھ اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دے اور ان سے ایسی دلیل کے ساتھ بحث کر جو بہترین ہو۔ یقیناً تیرا ربّ ہی، اُسے جو اُس کے راستے سے بھٹک چکا ہو، سب سے زیادہ جانتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کا بھی سب سے زیادہ علم رکھتا ہے۔

ہم نے اپنے ملک سے ہجرت کرکے اِس ملک میں پناہ لی ہے۔ اِس ملک کے باشندوں کا شکریہ ادا کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ان کو اسلام کی خوبیوں کے بارے میں مستقل مزاجی سے بتاتے رہیں۔ بیشک دلوں کو کھولنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ حقیقی مذہب کے ہدایت کے راستوں پر چلانا خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ہم پر کچھ ذمہ داریاں بھی ڈالی ہیں۔ ہمیں بھی ان ہدایت کے راستوں کی طرف دنیا کی رہنمائی کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ پس ایک تو امن اور محبت کے لیفلیٹس (leaflets) کے ذریعہ آپ لوگوں نے بڑے وسیع پیمانے پر اسلام کی حقیقی تعلیم پہنچائی ہے لیکن اب اس سے آگے دنیا کو یہ بھی بتانا ہے کہ تمہارا حقیقی نجات دہندہ جو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں بھیجا ہے وہ حضرت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے آپ سے کئے گئے وعدے کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حقیقی تعلیم کو جاری رکھنے کے لئے مسیح موعود اور مہدی موعود کو بھیجا ہے اور اب اپنی دنیا و عاقبت سنوارنے کے لئے اس سے جڑنے کی کوشش کرو۔ پس جس طرح لاکھوں تک امن کے پیغام کے لیفلیٹس پہنچے اب اسی طرح لاکھوں اور کروڑوں تک اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کے لئے لیفلیٹس بھی پہنچنے چاہئیں۔ ہوسکتا ہے اس سے اس طبقے میں بعض ایسے لوگ بھی پیدا ہو جائیں جو اس وقت ہمارے حق میں بولتے ہیں لیکن بعد میں خلاف ہونے لگ جائیں۔ لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہاں کی اکثریت ہمارے اس پیغام کو بھی سمجھتی ہے کہ دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں۔ ہم نے کسی سے لڑائی نہیں کرنی۔ ہم جس بات کو اچھا سمجھتے ہیں اس کو اپنے دوستوں تک پہنچانا ہمارا کام ہے اور یہ ایک ذمہ داری ہے جو ہم پر ڈالی گئی ہے۔

اس آیت میں فرمایا کہ تبلیغ حکمت سے کرو۔ حکمت کیا ہے؟ ہم عام معنی عقل و دانائی کے لیتے ہیں۔ سوچ سمجھ کے بات کرو۔ اس کے اَور بھی معنی ہیں جیسے علم۔ جس میں سائنس کا علم بھی ہے، دوسرے علم بھی ہیں۔ پھر انصاف اور برابری یہ بھی حکمت ہے۔ دوسروں کی غلطیوں کو دیکھ کر برداشت، حوصلہ اور ہمدردی دکھانا۔ اپنی بات میں پختہ ہونا۔ جو بھی بات کریں اس پہ پختہ یقین ہونا چاہئے۔ موقع اور محل کے لحاظ سے سچائی کا اظہار کرنا۔ (جلسہ سالانہ جرمنی 2015ء کے اختتامی خطاب سے ماخوذ)

# حدیث النبی ﷺ

☆ حدیث قدسی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابنِ آدم! مَیں نے تجھے بڑی بڑی نعمتیں عطا کی ہیں جنہیں نہ تُو شمار کرسکتا ہے اور نہ ان کا شکر ادا کرسکتا ہے اور ان نعمتوں میں سے جو مَیں نے تجھے عطا کی ہیں تیری آنکھیں بھی ہیں جن کے ذریعہ تُو دیکھتا ہے اور مَیں نے ان پر پپوٹے لگائے ہیں۔ پس جو چیزیں میں نے حلال ٹھہرائی ہیں انہیں دیکھ اور جو چیزیں میں نے تجھ پر حرام کی ہیں اگر وہ نظر آئیں تو ان پپوٹوں کے ذریعہ آنکھیں بند کرلے۔ اور میں نے تجھے زبان عطا کی ہے اور اس کے لئے ایک غلاف رکھا ہے۔ پس جس کا مَیں حکم دوں اور جسے حلال ٹھہراؤں اسے بیان کر اور اگر وہ (مسائل) جن سے میں نے منع کیا ہے درپیش آئیں تو اپنا منہ بند کرلے اور میں نے تیری شرم گاہ بنائی ہے اور اس کے لئے ستر کا انتظام کیا ہے۔ پس جو مَیں نے تجھ پر حلال کیا ہے اس سے فائدہ اٹھا اور اگر محرمات پیش آئیں تو اپنی ستر ان پر ڈال دے۔ اے ابن آدم! تُو نہ میری ناراضگی برداشت کرسکتا ہے اور نہ تجھ میں میرا انتقام برداشت کرنے کی قوّت ہے۔

(مسند ابی ربیع الدمشقی، تاریخ مدینه دمشق، لابن عساکر، جلد86 ، صفحه 229)

☆ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص کو سفر کے دوران شدید پیاس لگی تو وہ کنویں میں اترا اور جب وہ پانی پی کر باہر نکلا تو اس نے ایک کتے کو پیاس کی وجہ سے ہانپتے اور مٹی چاٹتے دیکھا تو اس نے کہا (پیاس کی وجہ سے) جو میرا حال تھا اس کا بھی وہی حال ہے پھر اس نے اپنے جوتے میں پانی بھرا اور پھر اسے اپنے منہ سے پکڑ کر کنویں سے باہر آیا اور کتے کو وہ پانی پلایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس کام کی قدر کرتے ہوئے اسے بخش دیا۔

(صحیح بخاری)

☆ جب رسول کریم ﷺ نے غزوہ خندق کے موقع پر حضرت حذیفہؓ کو دشمن کی خبر لانے کیلئے روانہ کیا تو اپنے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی: اے کرب و بلا میں مبتلا بندوں کی مدد کرنے والے! اور مضطرب لوگوں کی دعا قبول فرمانے والے! تُو ہی میرا اور میرے ساتھیوں کا حال بہتر جانتا ہے۔ اس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تیری دعا سن لی ہے اور وہ دشمن کی قوت وعظمت کے مقابلہ پر تیری لئے کافی ہے۔ اس پر رسول کریم ﷺ گھٹنوں کے بل گر گئے اور آپ نے اپنے ہاتھ پھیلا دئے اور آنکھیں بند فرمالیں اور عرض کی: اے اللہ! مَیں تیرا شکر ادا کرتا ہوں۔ اے اللہ! مَیں تیرا شکر ادا کرتا ہوں کہ جس طرح تُو نے مجھ پر رحم فرمایا، اسی طرح تُو نے میرے ساتھیوں پر بھی رحم کیا۔ (الجامع لأحکام القرآن للقرطبی)

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز پکارا جائے گا کہ حمّادون کھڑے ہو جائیں تو ایک گروہ کھڑا ہو جائے گا اور ان کے لئے ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا۔ پھر وہ جنت میں داخل ہونگے۔ عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ! یہ حمّادون کون لوگ ہیں؟ اس پر آپ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرتے ہیں۔ (حلیة الاولیاء لابی نعیم)

# کلام الامام علیہ السلام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی بعثت کا مقصد بیان کرتے ہوئے،ہمیں یہ نصیحت فرماتے ہیں کہ:

''مَیں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تا ایمانوں کو قوی کروں اور خدا تعالیٰ کا وجود لوگوں پر ثابت کر کے دکھلاؤں، کیونکہ ہر ایک قوم کی ایمانی حالتیں نہایت کمزور ہو گئی ہیں اور عالَمِ آخرت صرف ایک افسانہ سمجھا جاتا ہے۔ اور ہر ایک انسان اپنی عملی حالت سے بتا رہا ہے کہ وہ جیسا کہ یقین دنیا اور دنیا کی جاہ و مراتب پر رکھتا ہے اور جیسا کہ بھروسہ اُس کو دنیوی اسباب پر ہے یہ یقین اور یہ بھروسہ ہرگز اُس کو خدا تعالیٰ اور عالَمِ آخرت پر نہیں۔ زبانوں پر بہت کچھ ہے مگر دلوں میں دنیا کی محبت کا غلبہ ہے۔ حضرت مسیح نے اسی حالت میں یہود کو پایا تھا اور جیسا کہ ضعفِ ایمان کا خاصہ ہے، یہود کی اخلاقی حالت بھی بہت خراب ہو گئی تھی اور خدا کی محبت ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ اب میرے زمانے میں بھی یہی حالت ہے۔ سو مَیں بھیجا گیا ہوں کہ تا سچائی اور ایمان کا زمانہ پھر آوے اور دلوں میں تقویٰ پیدا ہو۔ سو یہی افعال میرے وجود کی علّتِ غائی ہیں۔ مجھے بتلایا گیا ہے کہ پھر آسمان زمین کے نزدیک ہوگا، بعد اس کے کہ بہت دُور ہو گیا تھا۔''

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 291 تا 294 حاشیہ)

اسی طرح ایک مجلس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیعت کرنے والے احباب سے مخاطب ہوتے ہوئے یہ اہم نصیحت فرمائی کہ:

''بیعت رسمی فائدہ نہیں دیتی۔ ایسی بیعت سے حصہ دار ہونا مشکل ہوتا ہے۔ اسی وقت حصہ دار ہوگا جب اپنے وجود کو ترک کر کے بالکل محبت اور اخلاص کے ساتھ اس کے ساتھ ہو جاوے۔ تعلقات کو بڑھانا بڑا ضروری امر ہے۔ اگر ان تعلقات کو وہ (طالب) نہیں بڑھاتا اور کوشش نہیں کرتا تو اس کا شکوہ اور افسوس بے فائدہ ہے۔ محبت و اخلاص کا تعلق بڑھانا چاہئے۔ جہاں تک ممکن ہو اُس انسان (مُرشد) کے ہمرنگ ہو۔ طریقوں میں اور اعتقاد میں۔ جلدی راستبازی اور عبادت کی طرف جھکنا چاہیے۔ اور صبح سے لے کر شام تک حساب کرنا چاہئے''۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 4-3۔ ایڈیشن 2003ء۔ مطبوعہ ربوہ)

---

(نوٹ: درج بالا دونوں ارشادات کا انتخاب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ 11 اکتوبر 2013ء سے کیا گیا ہے۔ اس خطبہ جمعہ میں حضور انور ایدہ اللہ نے احباب جماعت کو ان ارشادات کی وضاحت فرماتے ہوئے نہایت اہم نصائح بھی فرمائی ہیں۔)

# فرمودات

## حضرت خلیفۃ المسیح الخامس

## ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

''ہم جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنے کا دعویٰ کرتے ہیں، ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ ہم کس حد تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقصد کو پورا کر رہے ہیں۔ آپ نے اعلان فرمایا کہ 'مَیں ایمانوں کو قوی کرنے آیا ہوں۔ اُن میں مضبوطی پیدا کرنے آیا ہوں'۔ ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کیا ہمارے ایمان مضبوطی کی طرف بڑھ رہے ہیں؟ فرمایا کہ ایمان مضبوط ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے وجود کے ثابت ہونے سے، اللہ تعالیٰ پر کامل یقین سے۔ آپ نے فرمایا کہ آجکل دنیا میں دنیا کے جاہ و مراتب پر بھروسہ خدا تعالیٰ پر بھروسے کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف پڑنے کی بجائے دنیا کی طرف زیادہ نگاہ پڑتی ہے۔ وہ یقین جو خدا تعالیٰ پر ہونا چاہئے وہ ثانوی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ اور دنیا والے اور دنیا کی چیزیں زیادہ اہمیت اختیار کر گئی ہیں۔ اگر ہم اپنے ارد گرد نظر دوڑائیں تو یہی صورتحال ہمیں نظر آتی ہے، لیکن اپنے ارد گرد نظر دوڑانا صرف یہ دیکھنے کے لئے نہیں ہونا چاہئے کہ آج دنیا خدا تعالیٰ کی نسبت دنیاوی چیزوں پر زیادہ یقین اور بھروسہ کرتی ہے۔ بلکہ یہ نظر دوڑانا اس لئے ہو کہ ہم اپنے جائزے لیں کہ ہم دنیاوی وسائل پر زیادہ یقین رکھتے ہیں یا خدا تعالیٰ پر۔ اگر ہم بیعت کر کے بھی خدا تعالیٰ کی ہستی کو اُس طرح نہیں پہچان سکے جو اس کے پہچاننے کا حق ہے تو ہماری بیعت بے فائدہ ہے۔ ہمارا اپنے آپ کو احمدی کہلانا کوئی قیمت نہیں رکھتا۔ اگر آج ہم اپنے دنیاوی مالکوں کو خوش کرنے کی فکر میں ہیں اور یہ فکر خدا تعالیٰ کو خوش کرنے سے زیادہ ہے تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقصد کو پورا نہیں کر رہے۔ ہم آپ سے کئے گئے عہدِ بیعت کو نہیں نبھا رہے۔ اگر ہم دنیا کے رسم و رواج کو دین کی تعلیم پر ترجیح دے رہے ہیں تو ہمارا احمدی کہلانا صرف نام کا احمدی کہلانا ہے۔

...... کیا مسلمان اور کیا غیر مسلم ہر ایک دنیا کی محبت میں ڈوبا ہوا ہے۔ دنیا کی لغویات اور بے حیائیوں نے خدا تعالیٰ کی یاد کو بہت پیچھے کر دیا۔ مسلمانوں کو پانچ وقت نمازوں کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اُس کی محبت کی وجہ سے اس عبادت کا حکم ہے، لیکن عملاً صورتحال اس کے بالکل الٹ ہے۔ ایک احمدی جب اس لحاظ سے دوسروں پر نظر ڈالتا ہے تو اُسے سب سے پہلے اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کیا ہم اپنی نمازوں کو خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق ادا کر رہے ہیں یا نہیں؟ کیا ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنی عبادتوں کو کرنے کی کوشش کر رہے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس دعوے کی نفی کر رہے ہیں کہ آپ کے آنے کا مقصد اللہ تعالیٰ پر ایمان قوی کرنا ہے۔ آپ کے آنے کا مقصد سچائی کے زمانے کو پھر لانا ہے۔''

(حضور انور ایدہ اللہ کے خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ 11 اکتوبر 2013ء سے انتخاب)

# نظامِ وصیت۔ ایک زندگی بخش نسخہ

## موصی کو شدید بیماری سے صحت بھی ہوئی اور لمبی زندگی بھی ملی!

(عطاء المجیب راشد)

انسان بیمار ہو جائے تو بیماری سے نجات کے لئے کیا کچھ نہیں کرتا۔ در بدر بھاگتا پھرتا ہے۔ ڈاکٹروں کے پیچھے دوڑتا ہے۔ ہر ممکن علاج معالجہ کرتا ہے۔ خود بھی دعا کرتا ہے اور بزرگوں سے بھی دعا کی درخواستیں کرتا ہے۔ صدقہ خیرات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے فضل کو کھینچنے کی بھی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ یہ سب کچھ کرتا ہے کہ بس کسی طرح بیماری سے نجات نصیب ہو جائے۔ اس لئے کہ ہر انسان کو صحت اچھی لگتی ہے اور یہ ڈر بھی ہوتا ہے کہ کہیں بیماری بڑھتے بڑھتے اس کو موت کی وادی میں نہ دھکیل دے۔

موت ہے تو ایک یقینی بات، جو آ جائے تو کبھی ٹل نہیں سکتی۔ یہ ایسا دروازہ ہے جس سے گزرنا ہر ذی روح کے لئے نوشتۂ تقدیر ہے۔ کسی کے لئے کوئی جائے مفر نہیں۔ لیکن ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ کسی طرح وہ اس حتمی تقدیر اور دنیا سے رخصت ہونے کے وقت کو ممکن حد تک مؤخر کرتا رہے لیکن تا کجے۔ جب اجل مسمّٰی آ جاتی ہے تو ہر انسان اپنے خالق و مالک کے حضور دست بستہ حاضر ہو جاتا ہے۔ یہ ہر انسان کا مقدّر ہے جس کو ٹالا نہیں جا سکتا۔

بیماری اور موت کا یہ سلسلہ ازل سے جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گا لیکن یہ حقیقت بھی کبھی فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ صحت اور زندگی سب خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جو خالق بھی ہے اور قادر مطلق بھی۔ وہ مجیب الدعوات بھی ہے اور رحیم و کریم بھی۔ اس کی رحمت و شفقت کل عالم پر محیط ہے۔ وہ اپنے نیک بندوں کی دعائیں سنتا اور ان کو قبولیت دعا کے شیریں پھلوں سے نوازتا ہے۔ اس کی ذات بہت نکتہ نواز ہے۔ دلوں میں چھپی ہوئی نیکیوں بلکہ نیک ارادوں کو بھی خوب جاننے والا اور دنیا کی نظروں سے پوشیدہ دلی جذبات اور تمناؤں سے خوب واقف ہستی ہے۔ جب ایک بندہ عاجزی اور خاکساری کا لباس پہن کر، ہاتھ پھیلا کر اس کے آستانہ پر گر پڑتا ہے تو وہ غفور الرحیم ہستی اس ذرہ ناچیز کو اپنے دستِ قدرت میں لیکر وہ عجائب کام دکھاتی ہے جو دنیا کی نظر میں بعید از قیاس اور ناممکن ہوتے ہیں۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۹۰۵ء میں اللہ تعالیٰ کے اذن سے قرب الٰہی پانے کے ایک نئے روحانی نظام کی بنیاد ڈالی جس کو نظام وصیت کہا جاتا ہے۔ یہ مومن اور منافق میں امتیاز کرنے والا نشان بھی ہے اور جو اس نظام میں صدقِ دل سے شامل ہوتے ہیں اور شرائط کی پوری پوری پابندی کرتے ہیں ان کو حقیقی معنوں میں متقی بنانے کا یقینی ذریعہ بھی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ خاص طور پر نظر شفقت کرتا ہے اور انہیں دنیا و آخرت کی نعمتوں سے نوازتا چلا جاتا ہے۔ ان کی دعائیں سنتا اور ان کی دلی مرادیں انہیں عطا کرتا ہے کہ یہ وہ خوش قسمت لوگ ہیں جنہوں نے دنیاوی خواہشات کو پس پشت ڈال کر مرضیٔ مولیٰ کو ہر چیز پر مقدم کر لیا ہوتا ہے۔ بیماری اور موت کے حوالہ سے بھی وہ اللہ تعالیٰ کے محبت بھرے سلوک کا فیض پاتے ہیں۔

صدقِ دل سے نظام وصیت میں شامل ہونے موصی احباب و خواتین کو جو برکات اس دنیا میں ملتی ہیں اور جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے آخرت کی ابدی زندگی میں مقدر کر رکھی ہیں ان کا کوئی شمار نہیں۔ اس سلسلہ میں ایک ایمان افروز مثال قارئین کرام کی خدمت میں رکھتا ہوں۔ یہ مثال ہے حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے ایک مخلص اور وفا شعار صحابی حضرت حافظ محمد امین صاحب رضی اللہ عنہ مہاجر کی جو 1861ء میں پیدا ہوئے اور 1891ء میں بیعت کرنے کا شرف پایا۔ آپ کے ایمان افروز حالات زندگی آپ کے بیٹے مکرم قریشی عطاء الرحمٰن صاحب سیکرٹری بہشتی مقبرہ و آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان نے مرتب کر کے 1953ء میں "حیاتِ امین" کے نام سے ایک مختصر کتاب میں شائع کئے ہیں۔ محترم حافظ محمد امین صاحبؓ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نظام وصیت میں شامل ہوئے اور اس بابرکت نظام کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو غیر معمولی حالات میں مرض الموت سے شفاء عطا فرمائی اور بعد ازاں قریباً پندرہ سال مزید زندگی سے بھی نوازا۔ بالآخر ان کی وفات 14؍جنوری 1950ء کو ہوئی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں تدفین نصیب ہوئی۔ اس ایمان افروز واقعہ کی تفصیل مکرم قریشی عطاء الرحمٰن صاحب کے الفاظ میں پیش کرتا ہوں۔ انہوں نے تحریر کیا ہے کہ:

"حضرت والد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسالہ الوصیت کی شرط دوم کے مطابق 15؍اپریل 1915ء کو وصیت کی تھی جس کا نمبر 921 تھا۔ مگر کسی خاص کی وجہ سے دفتر والوں نے آپ کی وصیت کا فارم درست کرنے کیلئے واپس کر دیا اور آپ نے غلطی سے ان کاغذات کو وصیت کی منظوری کی اطلاع سمجھتے ہوئے اپنے صندوق میں محفوظ کر کے رکھ لیا۔ ماہ ستمبر 1935ء میں جب آپؓ درد گردہ کی وجہ سے سخت بیمار ہو گئے اور بظاہر زیست کی اُمید نہ رہی تو آپ نے مجھے فرمایا کہ میرا آخری وقت معلوم ہوتا ہے اس لئے میں بتانا چاہتا ہوں کہ مَیں نے وصیت کی ہوئی ہے اور وصیت کے کاغذات میرے صندوق میں رکھے ہوئے ہیں۔ میری خرید کردہ زمین کے وصیت کردہ حصہ کی قیمت دفتر والوں کو ادا کر دینا۔

میں نے جب وصیت کے کاغذات نکال کر دیکھے تو علم ہوا کہ دفتر مقبرہ بہشتی کی طرف سے وصیت کے کاغذات درستی کیلئے آپ کو واپس دیئے گئے تھے نہ کہ وصیت کی منظوری کی اطلاع تھی۔ جب مَیں نے آپؓ پر اس معاملہ کی وضاحت کی تو آپ نے بہت افسوس اور رنج کا اظہار فرمایا کہ میں لاعلمی میں رہا۔ چنانچہ آپؓ نے فرمایا کہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کریں کہ اب کیا ہو سکتا ہے۔

میں نے حضرت مفتی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سے اس کے متعلق سب حالات بیان

باقی صفحہ 14 پر ملاحظہ فرمائیں

# خلفاءِ احمدیت کے فیض یافتہ بزرگ حضرت مرزا عبدالحق صاحب

(رفاقت احمد ۔ پاکستان)

حضرت مرزا عبدالحق صاحب (ولادت جنوری 1900ء۔ وفات 26 اگست 2006ء) کو خدا تعالیٰ کے فضل سے قریباً 84 سال جماعت احمدیہ کی نمایاں خدمت کی توفیق ملی۔ آپ متعدد اہم عہدوں پر فائز رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار خلفاء کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطاء فرمائی۔ اور آپ نے آخری دم تک خلافت سے وفا اور جماعتی نظام کی کامل اطاعت کا نمونہ دکھایا۔

حضرت مرزا عبدالحق صاحب بہت عبادت گزار، دعا گو، خلیق متواضع، سلسلہ احمدیہ کے فدائی اور صاحب رؤیا و کشوف بزرگ تھے۔ خلافت احمدیہ سے والہانہ عشق اور پختہ وابستگی رکھتے تھے۔ نیز نظام جماعت کی کامل اطاعت کی تصویر تھے۔

اگست 1972ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث گرمیوں کے ایام گزارنے ایبٹ آباد کے صحت افزاء مقام پر تشریف لائے۔ انہی دنوں حضرت مرزا عبدالحق صاحب بھی حضورؒ کی ملاقات و دیگر مرکزی امور کے سلسلے میں وہاں تشریف لائے۔ مقامی جماعت نے آپ کے قیام و طعام کا انتظام مکرم پروفیسر مرزا محمد لطیف صاحب کے گھر پر مکرم چوہدری احمد جان صاحب مرحوم سابق امیر ضلع راولپنڈی کے ساتھ کیا۔ انہی دنوں خاکسار کو جماعت راولپنڈی نے کچھ ڈاک مرزا صاحب مرحوم اور چوہدری احمد جان صاحب مرحوم کو پہنچانے کی ڈیوٹی لگائی۔ خاکسار نے متعلقہ ڈاک دونوں بزرگوں کو اُن کی رہائشگاہ پر جا کر دیدی۔ مکرم مرزا صاحب مرحوم نے ازراہ شفقت خاکسار کی تواضع کی اور میرے استفسار پر کہ کامیابی کا گُر کیا ہے؟ فرمایا: خلافت کے ساتھ پختہ تعلق و وفا اور نظام جماعت کی اطاعت۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مرزا صاحب مرحوم کو تحریر و تقریر کے میدان میں نمایاں خدمت کی توفیق ملی۔ آپ ایک صاحبِ طرز مصنف تھے۔ آپ نے ٹھوس علمی، تحقیقی اور تربیتی موضوعات پر متعدد مضامین لکھے جو سلسلہ کے اخبارات و رسائل کی زینت بنے اور بعد میں ''تنویر القلوب'' کے نام سے تین جلدوں میں کتابی صورت میں بھی شائع ہوئے۔ یہ تربیتی مضامین خصوصاً نوجوانوں کے لئے بہت مفید ہیں۔ آپ نے متعدد کتب بھی تصنیف فرمائیں جن میں 'صداقت حضرت مسیح موعودؑ'، 'نزول وحی'، 'صفات باری تعالیٰ'، 'بعث بعد الموت یا اخروی زندگی'، 'انڈکس کتب حضرت مسیح موعودؑ' (خطبہ الہامیہ تک)، 'نزول مسیح علیہ السلام'، 'جہاد کی حقیقت' اور 'روح العرفان' شائع شدہ ہیں۔ ''روح العرفان'' حضرت مسیح موعود کی تمام کُتب و اشتہارات میں سے ایسے اقتباسات کا مجموعہ ہے جو اصلاح نفس اور معرفت و محبت الٰہی کے حصول کیلئے نہایت درجہ مفید ہیں۔

اس کے علاوہ آپ کے چھ جلدوں پر مشتمل قرآن کریم کے تفسیری نوٹس غیر مطبوعہ ہیں۔ ایک دفعہ خاکسار آپ سے ملاقات کے لئے آپ کے ہاں سرگودھا گیا تو آپ نے یہ غیر مطبوعہ تفسیری نوٹس مجھے دکھائے جو نہایت عالمانہ ہیں۔ آپ کو قرآنی معارف کے بیان کا خوب ملکہ حاصل تھا۔ خاکسار کے پوچھنے پر آپ نے بتایا کہ ان نوٹس کی تیاری کے لئے آپ نے نہ صرف حضرت مسیح موعودؑ کے علم کلام، کتبِ احادیث، خلفائے احمدیت کی کُتب و تفاسیر بلکہ حضرت علامہ سید میر محمد اسحاق صاحبؓ، حضرت علامہ حافظ روشن علی صاحبؓ، حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ، حضرت مولانا غلام رسول صاحبؓ راجیکی اور حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحبؓ ہلالپوری وغیرہ کے دروس القرآن اور حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم کی ''بیان القرآن'' کے علاوہ بے شمار لغاتِ عربی سے بھی استفادہ کیا ہے۔ نیز مولانا مودودی صاحب کی تفسیر ''تفہیم القرآن' کا بھی مطالعہ کیا ہے تا کہ اس میں بیان شدہ تفسیری نقائص کو واضح کیا جا سکے۔

خاکسار دیکھ کر حیران رہ گیا کہ آپ کے پاس بہت ساری لغات عربی موجود تھیں مثلاً قاموس، تاج العروس شرح قاموس، لسان العرب، المنجد، اقرب الموارد، مفردات راغب وغیرہ۔ آپ نے بتایا کہ 1922ء سے اضافی آمد سے کوئی نہ کوئی کتاب حدیث، لغت، تاریخ مذاہبِ عالم وغیرہ سے متعلق خریدتا ہوں اور ان سے تقریر و تحریر میں فائدہ اٹھاتا ہوں اور سالہا سال سے اپنی رہائشگاہ سے متصل مسجد میں نماز فجر کے بعد تدریس قرآن کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔

جماعت احمدیہ عالمگیر کے جلسہ ہائے سالانہ پر آپ کو اہم عنوانات پر تقاریر کی سعادت حاصل رہی جو قرآنی حقائق و معارف اور کتب حضرت مسیح موعودؑ سے اخذ کردہ نکات کا مجموعہ ہوا کرتی تھیں۔ ان تقاریر کے موضوعات یوں تھے: محبت الٰہی کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم (1953ء)، وفاتِ مسیحؑ......زندگی بعد از واقعہ صلیب (1956ء)، تقویٰ اور اس کے حصول کے ذرائع (1960ء)، جماعت احمدیہ اور تربیت (1961ء)، نوجوانوں کی تربیت (1962ء)، عہد حاضر اور احمدی نوجوان (1963ء)، حضرت مسیح موعودؑ کیسی جماعت پیدا کرنا چاہتے تھے! (1964ء)، مغربی تہذیب کا بڑھتا ہوا اثر اور جماعت احمدیہ کی ذمہ داریاں (1965ء)، حضرت مسیح موعودؑ کا آنحضرت ﷺ سے عشق (1966ء)، معرفت الٰہی اور اس کے حصول کے طریق (1967ء)، منکرین ہستی باری تعالیٰ کے شکوک کا ازالہ (1968ء)، دعا اور اس کے آداب (1969ء)، احمدیت کی نئی نسل کی ذمہ داریاں (1970ء)، لین دین کے معاملہ میں اسلامی تعلیم (1972ء)، حج کے احکام اور ان کا فلسفہ (1973ء)، ہستی باری تعالیٰ (1977ء)، خدا تعالیٰ کی صفت تکلّم (1978ء)، ذکرِ حبیب (1982ء)، پیشگوئی بابت جان الیگزنڈر ڈوئی (1983ء)۔

برطانیہ کے معروف ادارہ انٹرنیشنل بائیوگرافیکل سنٹر کیمبرج کی جانب سے حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر مرحوم (عالمی شہرت یافتہ ماہر لسانیات)، حضرت مولانا دوست محمد صاحب شاہد مرحوم (مؤرخ احمدیت) اور حضرت مرزا عبدالحق صاحب مرحوم (معروف مصنف اور قانون دان) کو انٹرنیشنل مین آف دی ایئر 93-1992ء کا عالمی اعزاز پیش کیا گیا تھا۔

حضرت مرزا عبدالحق صاحب کو جماعت کے اہم نمائندہ وفود میں شمولیت کی

توفیق ملتی رہی۔ 1964ء میں احراری مولویوں کی غلط رپورٹنگ کی وجہ سے حکومت مغربی پاکستان نے حضرت مسیح موعودؑ کا کتابچہ ''ایک غلطی کا ازالہ'' ضبط کرلیا کہ اس کے صفحہ نمبر 11 پر حاشیہ کی عبارت سے حضرت فاطمۃ الزہرا ؓ کی توہین نکلتی ہے۔ دنیا بھر کے احمدیوں میں بے چینی اور اضطراب کی لہر دوڑ نا ایک قدرتی امر تھا۔ بہرحال جماعت نے بڑے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور 28 جولائی 1964ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی منظوری سے جماعت کا ایک وفد حضرت مرزا عبدالحق صاحب کی قیادت میں گورنر مغربی پاکستان جناب ملک امیر محمد خان صاحب کو ملا۔ وفد نے محترم گورنر صاحب کو بتایا کہ اس حوالہ کی تشریح خود حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے ''براہین احمدیہ'' میں کردی ہوئی ہے جو پڑھ کر سنائی گئی۔ جناب گورنر صاحب نے اس پر اطمینان کرتے ہوئے یہ ہدایت کی کہ اس تشریح کو ''ایک غلطی کا ازالہ'' کتابچہ میں متعلقہ صفحہ پر بطور فُٹ نوٹ شامل کردیا جائے۔ اس کے بعد حکومت نے ضبطی کا فیصلہ واپس لے لیا۔

1956ء میں بعض منکرینِ خلافت احمدیہ نے ایک فتنہ اٹھایا۔ حضرت مرزا عبدالحق صاحب نے مرکز کی ہدایت کے مطابق احباب جماعت کی آگاہی کے لئے ایک مؤثر کتابچہ بعنوان 'مولوی عبدالمنان صاحب کے کیس کی اجمالی تفصیلات' لکھا۔ اسی سال جلسہ سالانہ کے موقع پر حضرت مصلح موعودؓ نے اس مسئلہ کے بارہ میں دو جامع اور تفصیلی خطابات بعنوان ''نظام آسمانی کی مخالفت اور اس کا پس منظر'' (27 دسمبر) اور ''خلافتِ حقہ اسلامیہ'' (28 دسمبر) ارشاد فرمائے۔

1962ء کی بات ہے کہ جناب چوہدری محمد لطیف صاحب سابق سب جج ضلع سیالکوٹ اور حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب مرحوم کے درمیان ایک تحریری بحث ''نظریۂ تخلیق آدم اور ارتقائے انسانیت'' کے بارہ میں ہوئی۔ جناب جج صاحب نے اس بحث کے فیصلہ کے لئے حضرت مرزا عبدالحق صاحب وکیل سرگودھا کو ثالث مقرر کیا۔ حضرت مرزا صاحب نے اس بحث میں حضرت مولوی ابوالعطا صاحب مرحوم کے دلائل کو درست قرار دیا۔ (الفرقان ربوہ ستمبر 1962ء)

غالباً 1998ء میں مسجد بیت العطاء راولپنڈی میں حضرت مرزا صاحب کی ملاقات ایک غیر احمدی پروفیسر سے کروائی گئی۔ آپ سائمن کمیشن، نہرو رپورٹ پر تبصرہ، مقدمہ بہاولپور، علامہ اقبال کا جماعت کے خلاف بیان، باؤنڈری کمیشن میں جماعت احمدیہ کا میمورنڈم وغیرہ کے بارہ میں ساٹھ ستر برس قبل کے یہ واقعات اس طرح بیان کر رہے تھے کہ گویا کل کی بات ہے۔ بات چیت کے دوران فرمایا کہ پروفیسر صاحب! آپ نے تو اِن باتوں کے بارہ میں اخبارات و رسائل میں جو لکھا گیا وہ پڑھا یا سنا ہے۔ مَیں تو ان واقعات کا چشم دید گواہ ہوں اور آپ کو صحیح مستند معلومات دے رہا ہوں۔

حضرت مرزا صاحب جب بھی بھیرہ یا راولپنڈی تشریف لاتے تو حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ سے بھی ملتے۔ بھیرہ میں حضرت میاں خدا بخش صاحبؓ (وفات 1973) اور راولپنڈی میں حضرت میاں اللہ بخش صاحبؓ (وفات 1982ء) سے ملتے مَیں نے بھی دیکھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ کو ملنے میں برکت ہوتی ہے۔ خاکسار کی خوش نصیبی تھی کہ ایک مرتبہ (غالباً 1976ء) آپ نے مجھ سے کہا کہ اقبال روڈ (راولپنڈی) پر حضرت میاں اللہ بخش صاحبؓ کی رہائش ہے۔ راستہ معلوم نہیں، لے چلو۔ خاکسار نے حکم کی تعمیل کی۔

حضرت خلیفہ الثانی 26 نومبر 1950ء کو ربوہ سے حضرت خلیفہ اولؓ کے وطن مالوف بھیرہ براستہ سرگودھا، بھلوال، نون تشریف لے گئے۔ حضورؓ کا قافلہ صبح 8 بجے کے لگ بھگ سرگودھا میں محترم مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ کے مکان پر پہنچا اور یہاں سے ناشتہ کرنے کے بعد بھلوال کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں ملک صاحب خان صاحب نون معہ رفقاء کار سڑک پر منتظر نظر آئے۔ انہوں نے حضورؓ سے اپنے گاؤں فتح آباد چلنے کیلئے اس اخلاص کے ساتھ التجاء کی کہ حضور اس تاریخی سفر کی مبارک ساعتوں میں سے چند لمحے فتح آباد کیلئے قربان کردینے پر آمادہ ہوگئے۔ اس کے بعد یہ قافلہ بھیرہ کیلئے روانہ ہوا۔ جونہی یہ قافلہ بھیرہ شہر میں داخل ہوا۔ یوں دکھائی دیتا تھا جیسے سارے کا سارا بھیرہ ہی خیر مقدم کیلئے لپک پڑا ہو۔ بھیرہ میں حضورؓ نے غیر احمدی معززین کو شرف ملاقات بخشا۔ حضورؓ نے ایک غیر متعصب اور احمدیوں سے محبت کرنے والے غیر احمدی کرم دین صاحب کے بیٹے غلام احمد سے بھی ملاقات فرمائی اور اس کے ہاتھ سے پکی ہوئی روٹی کھائی۔ (روزنامہ الفضل لاہور مورخہ 29 نومبر 1950ء)۔ نیز حضرت خلیفہ اولؓ کا مطب دیکھنے کیلئے جاتے ہوئے حضرت میاں جمعہ خان صاحبؓ کے گھر واقع جیتے والا میدان میں بھی ان کے ایک غیر احمدی بیٹے محمد رمضان صاحب کی التجاء پر اپنے مبارک قدم رکھے اور حضرت میاں جمعہ خان صاحبؓ کا کمرہ دیکھا۔ حضورؓ کے اس سفر سے متعلق سارے انتظامات کی نگرانی حضرت مرزا عبدالحق صاحب مرحوم نے فرمائی۔

ایک دفعہ آپ کسی جماعتی دورہ کے سلسلہ میں راولپنڈی تشریف لائے۔ خاکسار آپ سے ملاقات کے لئے قیامگاہ پر حاضر ہوا۔ نصائح کرتے ہوئے فرمایا میں روزانہ 9 بجے رات ٹی وی کی صرف ہیڈ لائنز سن کر سو جاتا ہوں اس طرح تہجد نماز ادا کرنے میں سہولت رہتی ہے۔ ناشتہ انڈہ پراٹھا اور چائے سے کرتا ہوں اور پھر رات کا کھانا کھاتا ہوں۔ سیر خوب کرتا ہوں، ٹیبل ٹینس کھیلتا ہوں۔ یہی میری صحت کا راز ہے۔ صحت کیلئے کوئی گیم یا کم از کم سیر ضروری ہے۔

بھیرہ کی جماعت کے دو احباب میں جائیداد کے مسئلہ پر جھگڑا تھا۔ آپ نے اُنہیں بلا کر نصیحت کی کہ ایسے مسائل کو جھگڑا کئے بغیر طے کرنا چاہئے، کوئی بھی شخص مرتے وقت جائیداد یں قبر میں نہیں لے کر جاتا اور آپ بھیرہ والے لوگ تو حضرت خلیفہ اولؓ کے نمائندے ہیں۔ ان باتوں کا ایسا اثر ہوا کہ دونوں نے صلح کرلی۔

خاکسار کی والدہ محترمہ کی وفات 3 جون 1988ء بروز جمعہ راولپنڈی میں ہوئی۔ ہماری خوش قسمتی تھی کہ مسجد بیت الحمد راولپنڈی میں امراء اضلاع کی میٹنگ تھی اور وہاں حضرت مرزا صاحب مرحوم بھی موجود تھے۔ خاکسار نے مکرم مجیب الرحمٰن صاحب ایڈووکیٹ (امیر ضلع راولپنڈی) کے ذریعہ حضرت مرزا صاحب سے نماز جنازہ پڑھانے کی درخواست کی جو آپ نے قبول فرمائی۔

میرے سسر مکرم میاں فضل الرحمٰن صاحب بسمل مرحوم کی وفات پر حضرت مرزا صاحب نے ایک تعزیتی خط میں اُن کے بیٹے مکرم محمود مجیب اصغر صاحب کو لکھا کہ ''مرحوم کو میں شروع سے جانتا تھا ماشاء اللہ بہت مخلص اور بہت خوبیوں کے مالک تھے۔ بحیثیت امیر جماعت بھیرہ بھی بہت اچھا کام کرتے رہے اور پھر یہ بھی ماشاء اللہ بہت بڑی بات ہے کہ آپ جیسا بیٹا چھوڑا''۔

اللہ تعالیٰ آپ کو غریق رحمت فرمائے، اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ کے قدموں میں جگہ دے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

# ابتلاؤں کا فلسفہ اور قرب الٰہی

(عبدالسمیع خان)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ کیا تم گمان کرتے ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے جبکہ ابھی تک تم پر ان لوگوں جیسے حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ انہیں سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں اور وہ ہلا کر رکھ دیئے گئے یہاں تک کہ رسول اور وہ جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔ سنو! یقیناً اللہ کی مدد قریب ہے۔ (سورۃ البقرۃ:215)

سورۃ بقرہ کی یہ آیت چار واضح پیغام دیتی ہے:

1۔ الٰہی جماعتوں پر ابتلاؤں کا آنا الٰہی سنت ہے۔

2۔ مصائب اور مشکلات کا یہ دَور اس لئے آتا ہے کہ مومن خدا تعالیٰ سے اپنا تعلق اور بھی بڑھائیں۔

3۔ جب خدا کے سوا ہر سہارا ٹوٹ جاتا ہے تب بھی مومن اُس سے مایوس نہیں ہوتے اور خدا کو ہی مدد کے لئے پکارتے ہیں۔

4۔ خدا تعالیٰ ان ابتلاؤں کے نتیجے میں مومنوں کو ضائع نہیں کرتا بلکہ ان کو غالب اور فتح مند کرتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے بھی اپنے غلاموں کی اسی تعلیم کے مطابق رہنمائی فرمائی۔ حضرت خباب بن ارتؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت ﷺ سے اپنی تکالیف کا ذکر کیا۔ آپؐ کعبہ کے سایہ میں چادر کو سرہانہ بنائے لیٹے ہوئے تھے۔ ہم نے عرض کی کیا آپ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد نہیں مانگتے اور دعا نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ سختی کے یہ دن ختم کر دے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا تم سے پہلے ایسے لوگ گزرے ہیں کہ جن کے لئے مذہبی دشمنی کی وجہ سے گڑھے کھودے جاتے اور ان میں انہیں گاڑ دیا جاتا۔ پھر آرا لایا جاتا اور ان کے سر پر رکھ کر انہیں دو ٹکڑے کر دیا جاتا۔ لیکن وہ اپنے دین اور عقیدہ سے نہ پھرتے اور بعض اوقات لوہے کی کنگھی سے مومن کا گوشت نوچ لیا جاتا، ہڈیاں اور پٹھے ننگے کر دیئے جاتے لیکن یہ ظلم ان کو اپنے دین سے نہ ہٹا سکتا۔ اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور کمال اور اقتدار بخشے گا یہاں تک کہ اس کے قائم کردہ امن امان کی وجہ سے صنعاء سے حضر موت تک اکیلا شتر سوار چلے گا اور اللہ کے سوا اُسے کسی کا ڈر نہیں ہوگا۔

آنحضرت ﷺ نے ایمان کے بعد سب سے زیادہ اہم چیز استقامت کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت سفیانؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے دین کی کوئی ایسی بات بتایئے کہ اس کے بعد کسی اَور سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے۔ آپؐ نے جواب دیا: تم یہ کہو کہ مَیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور پھر اس پر استقامت اختیار کرو۔

ایک بار آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ عظیم جزاء عظیم ابتلاء کے ساتھ وابستہ ہے۔ جب اللہ کسی قوم کے ساتھ پیار کرتا ہے تو انہیں ابتلاؤں میں ڈالتا ہے۔ جو استقامت دکھائے اور خدا سے راضی رہے، خدا بھی اس سے راضی ہو جاتا ہے۔ اور جو خدا سے ناراض ہو جائے، خدا بھی اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اس کے سارے کام برکت ہی برکت ہوتے ہیں۔ اگر اس کو کوئی خوشی اور فراخی نصیب ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے اور اگر کوئی دکھ اور رنج پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے۔ شکر گزاری یا صبر کرنا اُس کے لئے خیر و برکت کا باعث بن جاتا ہے۔

ایک حدیث کے مطابق مومن کو کوئی مصیبت نہیں پہنچتی مگر اللہ تعالیٰ اس کی اس تکلیف کو اس کے گناہوں کے کفارہ بنا دیتا ہے۔

پھر فرمایا: مومن اور مومنہ پر قسما قسم کے ابتلاء اس کی اپنی ذات اور مال اور اولاد کے بارہ میں وارد ہوتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ مرنے کے بعد خدا سے ملتا ہے تو اس کی کوئی خطا باقی نہیں رہ جاتی۔

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا: قیامت کے دن جب ابتلاؤں سے گزرنے والوں کو ثواب دیا جائے گا تو اہل عافیت یعنی جو ابتلاؤں سے محفوظ رہے، خواہش کریں گے کہ کاش دنیا میں ان کی کھالیں قینچیوں سے کتری جاتیں تا کہ وہ بھی ثواب حاصل کرتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: خدا تعالیٰ کے مامور پر ایمان لانے کے ساتھ ابتلاء ضروری ہے۔...... گویا ایمان کی شرط ہے آزمایا جانا۔ صحابہ کرام کیسے آزمائے گئے۔ ان کی قوم نے طرح طرح کے عذاب دیئے ان کے اموال پر بھی ابتلاء آئے۔ جانوں پر بھی، خویش و اقارب پر بھی۔ اگر ایمان لانے کے بعد آسائش کی زندگی آجاوے تو اندیشہ کرنا چاہئے کہ میرا ایمان صحیح نہیں کیونکہ یہ سنت اللہ کے خلاف ہے کہ مومن پر ابتلاء نہ آئے۔ آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہو سکتا۔ وہ جب اپنی رسالت پر ایمان لائے تو اسی وقت سے مصائب کا سلسلہ شروع ہو گیا۔...... ابتلاء اسی واسطے آتے ہیں کہ صادق جدا ہو جائے اور کاذب جدا۔ خدا رحیم ہے مگر وہ غنی اور بے نیاز بھی ہے۔ جب انسان اپنے ایمان کو استقامت کے ساتھ مدد نہ دے تو خدا تعالیٰ کی مدد بھی منقطع ہو جاتی ہے۔

پھر فرمایا: خدا تعالیٰ پر پورا ایمان اور بھروسہ ہو تو پھر انسان کو تنور میں ڈال دیا جاوے اسے کوئی غم نہیں ہوتا۔ تکالیف کا بھی ایک وقت ہوتا ہے۔ اس کے بعد پھر راحت ہے۔ جیسا بچہ پیدا ہونے کے وقت عورت کو تکلیف ہے بلکہ ساتھ والے بھی روتے ہیں۔ لیکن جب بچہ پیدا ہو گیا تو پھر سب کو خوشی ہے۔

## ہمارے اعمال اور عبادتیں

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر ہمارے عمل اس قابل نہیں، ہماری عبادتیں سوز و گداز سے بھری ہوئی نہیں، ہم اللہ کی نظر میں مقبول نہیں تو لاکھ ہم ﴿نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہ﴾ کہتے رہیں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اور دوسرے لوگ آ کر یہ مقام لے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ تو اس طرح قبول نہیں کرتا وہ تو یہی کہے گا کہ پہلے اپنی حالت درست کرو، اپنے اعمال درست کرو، انسانی حقوق ادا کرو، پھر میرے دین کے مددگار کہلا سکتے ہو۔''

(سالانہ اجتماع انصاراللہ یوکے 2005ء سے خطاب)

# یادوں کے دریچے سے

(عبدالرحمٰن شاکر)

## میاں خُدا بخش صاحب

دنیا تو سبھی کماتے ہیں اور سب سے بہتر حلال کی کمائی ہوتی ہے اور یہ کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔ایسے لوگوں میں سے ایک میاں خدا بخش بھی تھے۔قادیان کے قریبی گاؤں تغل والہ کے رہنے والے تھے۔سعادتِ ازل سے احمدیت نصیب ہوئی اور قادیان میں محنت مزدوری کر کے گزر اوقات کیا کرتے تھے۔سوائے اس کے کہ کام پر ہوں ان کا اکثر وقت مساجد میں ذکرِ الٰہی میں بسر ہوتا تھا۔بیوی کوئی نہ تھی۔اس لئے ”فارغ البال“ تھے۔نماز عشاء کے بعد کثرت سے نوافل ادا کرتے تھے۔پھر وہیں سو جاتے اور تہجد کے وقت پھر نفل ادا کرتے۔فجر کی نماز کے بعد وہیں تلاوت میں مصروف ہو جاتے تھے اور اشراقؔ کی نماز کبھی قضا نہ کرتے۔بہت کم گو انسان تھے۔میں نے ان کو اور حضرت مولوی شیر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز اشراق پڑھتے دیکھا ہے۔مشکل سے ہی ختم ہوا کرتی تھی۔

1928ء میں جب قادیان میں ریل آئی تو انہوں نے رزقِ حلال حاصل کرنے کے لئے قلیوں میں نام درج کر کے لائسنس لے لیا۔

تقسیم ملک کے بعد یہ درویش بن کر قادیان میں دریار پر دھونی رمائے بیٹھے رہے۔نہایت نیک شریف۔بھلے مانس۔محنتی اور قانع آدمی تھے۔

وفات پر ان کا تقریباً اڑھائی ہزار روپیہ ثابت ہوا جو حجِ بیت اللہ کی نیت سے رکھا ہوا تھا مگر قضاوقدر کو منظور نہ تھا۔کچھ دن بیمار رہ کر فوت ہو گئے اور بہشتی مقبرہ قادیان میں آرام کر رہے ہیں۔ انہی دنوں قادیان میں بہشتی مقبرہ کے اردگرد حفاظتی دیوار بنوانے کا مسئلہ درپیش تھا۔لہٰذا امیر صاحب قادیانؔ نے فیصلہ کیا کہ میاں خدا بخش صاحب کی رقم سے یہ دیوار بنوائی جائے جو اُن کی طرف سے صدقہ جاریہ شمار ہو گا۔

قارئین نے ملاحظہ فرمایا کہ نادار مگر محنتی آدمی نے کسبِ حلال سے جو روپیہ کمایا خدا نے اس کا مصرف کیسا عمدہ رکھا۔

اس طرح جی کہ بعد مرنے کے
یاد کوئی تو گاہ گاہ کرے

---

## گورداسؔ حلوائی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 20 فروری 1907ء کو رسالہ ”قادیان کے آریہ اور ہم“ تحریر فرمایا جس میں قادیان کے ان ہندوؤں کو مخاطب کیا ہے جو صدہا نشانات دیکھ چکے تھے اور پھر بھی حضرت کے نہ صرف مکذّب رہے بلکہ ہر طریق سے اذیت دیتے رہے ایسے لوگوں میں سرِفہرست مہاجن لالہ بڈھا مل تھے جنہوں نے 1900ء میں سرکار میں رپورٹ کر دی تھی کہ مسجد اقصیٰ میں منارۃ المسیح نہیں بننا چاہئے کیونکہ اس سے ہمارے گھروں کی بے پردگی ہو گی۔جب ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے تحصیل دار بٹالہ کو جو خود ہندو تھا موقعہ دیکھ کر رپورٹ کرنے کے لئے قادیان بھیجا تو اس کے رُوبرو باتیں کرتے ہوئے حضرتؑ نے فرمایا:”یہ بڈھا مل بیٹھا ہے آپ اس سے پوچھ لیں کہ بچپن سے لے کر آج تک کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ اسے فائدہ پہنچانے کا موقعہ ملا ہو اور میں نے فائدہ پہنچانے میں کمی کی ہو اور پھر اس سے پوچھیں کہ کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ مجھے تکلیف دینے کا اس کو موقع ملا ہو اور اس نے مجھے تکلیف دینے میں کسر چھوڑی ہو۔تو بڈھا مل کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا تھا۔وہ ایک لفظ بھی نہ بول سکا اور سر جھکائے خاموش بیٹھا رہا تھا۔“ (مجدد اعظم جلد اوّل 691)

آخر کار حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 1903ء میں منارۃ المسیح کی بنیاد رکھی۔قادیان میں بعض ہندو گھرانے بستے تھے جن سے حضرت کے بڑے اچھے تعلقات تھے ان میں سے لالہ ملاوامل صاحب، لالہ شرم پت صاحب، سیٹھ کنہیا لعل صاحب، پنڈت رام لعل بڑے اچھے لوگ تھے یہ سب حضرت اقدس کی عزّت کرتے تھے اور ان کے دُکھ سُکھ میں شریک ہوا کرتے تھے۔ایسے ہی لوگوں میں سے ایک گورداس مل حلوائی بھی تھا جو اپنے آپ کو احمدی بھی کہا کرتا تھا کیونکہ وہ حضرتؑ صاحب کا بہت ادب کیا کرتا تھا۔

گورداس مل ساڑھے چھ فٹ کا لمبا بڑا ہی خوبصورت نوجوان تھا۔ناک نقشہ بھی بہت اچھا تھا۔اس کی ماں بھی بہت بلند قامت اور صحت ور عورت تھی۔اکثر وہ حضرت اقدسؑ کے گھروں میں سلام کرنے کے لئے حاضر ہوا کرتی تھی۔یہ شخص فوجی پینشنر بھی تھا۔ایک دفعہ قادیان میں بھرتی کرنے والا ایک انگریز افسر حضرت میاں شریف احمد صاحبؓ کا مہمان ہوا تو گورداس حلوائی بھی فوجی وردی پہن کر اس سے ملا تھا۔اس کے سینے پر تین تمغے لگے ہوئے تھے جن میں سے ایک 1905ء کی تبت کی مہم کا تھا۔

گورداس مل ہمیشہ احمدی بزرگوں کو جھک کر سلام کیا کرتا اور ادب سے بات کرتا تھا۔کبھی کسی مخالف سوسائٹی میں شریک نہ ہوتا تھا۔ایک دفعہ عید کے دن عمدہ قلاقند بنا کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا تھا۔حضور کے سامنے جاتے ہی کہا:”حضرت جی! گورداس احمدی حلوائی آ گیا جے“۔حضورؓ نے اس پر خوشنودی کا اظہار فرمایا۔اس کا تحفہ قبول کیا اور انعام دے کر روانہ کیا۔یہ واقعہ اس نے خود بازار میں سنایا تھا۔

حضرت میاں بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دفتر تعلیم کے وظائف سے سات روپے ماہوار اس کی والدہ کے لئے مقرر کئے ہوئے تھے اور مجھے ہدایت تھی کہ اس عورت کا وظیفہ جلد سے جلد اس کے گھر جا کر خود ادا کیا کروں۔ایک دفعہ بیچاری بڑی مشکل سے دفتر کی سیڑھیاں چڑھ کر میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی۔اغلباً گورداس کی فوتیدگی پر اس کی پینشن کا کچھ معاملہ تھا۔میاں صاحب نے اسے تسلّی دی تھی اور کہا کہ جو تکلیف ہوا کرے اُن سے کہہ دیا کرے۔

# خلافتِ احمدیہ کی برکت سے تھائی لینڈ میں احمدی اسیران کی رہائی

(مدثر احمد نقّاش ۔ فِن لینڈ)

تھائی لینڈ کی آبادی 6 کروڑ 77 لاکھ سے زائد ہے جس کی اکثریت بدھ مت (Buddhist) ہے جبکہ مسلم آبادی صرف پانچ فیصد ہے۔ دیگر مذاہب کے پیروکاروں میں ہندو، عیسائی اور سکھ ہیں۔ ایک پُر امن ملک ہونے کے ناطے یہاں پر غیر ملکی بڑی تعداد میں سیاحت اور کاروبار کے لئے آتے ہیں۔ اس کی حدود برما، لاؤس، کمبوڈیا، ویتنام، ملائیشیا اور انڈونیشیا سے ملتی ہیں جبکہ کافی وسیع سمندری حدود اور اس کے خوبصورت ساحلی جزائر اس کی سیاحت اور معیشت کے اہم ستون ہیں۔ یہاں کا بادشاہ چیف آف سٹیٹ جبکہ وزیر اعظم ہیڈ آف سٹیٹ ہوتا ہے۔

تھائی لینڈ میں پہلے احمدی مکرم اے پی باوا صاحب تھے جو کیرالہ (Kerala) انڈیا میں پیدا ہوئے اور بعد میں رنگون (برما) آ گئے جہاں ان کو احمدی مبلغ کے ذریعہ احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی۔ وہ 1950ء کے اوائل میں تھائی لینڈ آ گئے اور ایک تھائی خاتون سے شادی کر لی۔ انہوں نے کیرالہ و برما کی جماعت سے بھی مسلسل رابطہ رکھا اور تبلیغ کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ آپ کے ذریعہ تھائی لینڈ میں احمدیت قبول کرنے والے پہلے خوش نصیب مکرم محمد یوسف صاحب ولد حسن گل صاحب تھے جن کا خاندان بٹگرام صوبہ خیبر پختونخواہ (پاکستان) سے دوسری جنگِ عظیم کے دوران تھائی لینڈ آیا تھا۔

محترم محمد یوسف صاحب نہایت مخلص احمدی، نمازی اور تقویٰ شعار انسان تھے۔ تھائی لینڈ میں پہلا احمدی ہونے پر آپ کو اپنی ذمہ داریوں کا بخوبی احساس تھا۔ ہمیشہ دعوت الی اللہ میں کوشاں رہے۔ علاوہ ازیں آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کا تھائی زبان میں ترجمہ طبع کروانے کے لئے کُل اخراجات اپنی جیب سے ادا کئے۔ آپ کے بیٹے مکرم جمعہ خان صاحب کو زندگی وقف کرنے کی توفیق ملی اور وہ انڈونیشیا سے دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اس وقت تھائی لینڈ میں بطورِ معلّم خدمت کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

تھائی لینڈ میں 1990ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشاد پر مکرم رفیق چانن (Tschannen) صاحب کی زیرِ صدارت یہاں باقاعدہ نظامِ جماعت کی تشکیل ہوئی۔ اس وقت صرف مکرم اے پی باوا صاحب اور مکرم محمد یوسف صاحب کے اہلِ خانہ یہاں کی جماعت میں شامل تھے۔ محترم چانن صاحب کو 1999ء میں تھائی لینڈ سے واپس جانا پڑا تو انڈونیشیا سے تعلق رکھنے والے احمدی مبلغ مکرم اونگ کرنیا صاحب صدر اور پہلے مشنری انچارج مقرر ہوئے۔ وہ 1993ء سے ساؤتھ تھائی لینڈ میں خدمت کر رہے تھے۔ مکرم حسن بصری صاحب مبلغ انچارج سنگاپور نے بھی کچھ عرصہ یہاں خدمت کی۔ کچھ سال بعد بدھ مت سے تعلق رکھنے والی ایک تھائی خاتون محترمہ ڈاکٹر ثریا صاحبہ نے بیعت کر لی۔ اپنی میڈیکل کی مزید تعلیم کے لئے وہ پاکستان بھی گئیں۔ بعد ازاں تھائی لینڈ میں نیشنل صدر لجنہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ علاوہ ازیں ایک انڈونیشین مبلغ مکرم ابنو محی الدّین صاحب 1992ء سے تھائی لینڈ میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ مکرم اے پی باوا صاحب کے داماد بھی ہیں۔ قرآن کریم کے علاوہ متعدد کتبِ سلسلہ کے تھائی زبان میں تراجم اب تک شائع ہو چکے ہیں۔

تھائی لینڈ میں 2012ء تک مقامی تھائی احمدی احباب کی تعداد تقریباً 90 تھی جو باقاعدہ طور پر نظام میں شامل تھے۔ ان کے علاوہ 2008ء سے دسمبر 2010ء تک یہاں آ کر پاکستانی احمدیوں کا اسائلم کرنے کا سلسلہ جاری رہا جن کی تعداد 350 سے زائد بنتی تھی۔

خاکسار کے تھائی لینڈ آنے کی صورت اس طرح پیدا ہوئی کہ خلافت جوبلی 2008ء کے مبارک موقع پر ربوہ کے 16 دکانداروں کے خلاف 5 ستمبر کو دفعات 298/B. 298/C کے تحت مقدمہ بنایا گیا۔ خاکسار بھی اپنے آٹھ ساتھیوں کے ہمراہ 5 سے 30 اکتوبر تک جھنگ جیل میں اسیر راہ مولیٰ رہا۔ اپنے حالات کو دیکھتے ہوئے ہم چند ساتھیوں نے اپنے کاروبار کو سمیٹا اور سفری کاغذات بنوا کر تھائی لینڈ آ گئے۔ مَیں بھی 17 دسمبر 2009ء کو اپنی اہلیہ اور چار بچوں کے ساتھ بنکاک پہنچ گیا۔ تین روز بعد UNHCR کے دفتر میں پیش ہو کر اسائلم کے لئے درخواست دی۔ انہوں نے ہمیں ایک سرٹیفکیٹ دیا اور زبانی ہدایات دیتے ہوئے بتایا کہ کیونکہ اقوامِ متحدہ کے 1951ء کے ریفیوجی جنیوا کنونشن کے تحت ہونے والے عالمی معاہدے پر تھائی لینڈ کی حکومت نے دستخط نہیں کئے اس لئے تھائی پولیس آپ کا ویزہ ختم ہونے کے بعد آپ کو کسی بھی وقت گرفتار کر سکتی ہے۔ اور ایسی صورت میں ہمارا یہ ادارہ آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکے گا، اس لئے آپ یا تو ویزہ لے کر رہیں اور یا چُھپ کر زندگی گزاریں۔

خاکسار کا تھائی ویزہ صرف اڑھائی ماہ کا تھا اور مزید ایک سال کا ویزہ حاصل کرنے کی فیس تقریباً 30 ہزار باتھ (90 ہزار پاکستانی روپے) فی کس تھی۔ چنانچہ تھائی لینڈ میں موجود تین سو سے زائد احمدی پناہ گزین قریباً سارے ویزہ کے بغیر ہی رہنے پر مجبور تھے۔ چند احمدی I.D.C. (یعنی Immigration Detention Centre) میں قید بھی تھے اور چند احمدی I.D.C. کے سنگین حالات کو برداشت نہیں کر سکے اور واپس پاکستان چلے گئے تھے۔ کیس پاس ہونے کی شرح تین فیصد سے بھی کم تھی۔ مجھ سے قبل صرف تین احمدی خاندانوں کے کیس پاس ہوئے تھے جن کو آئے ہوئے ڈیڑھ دو سال کا عرصہ ہوا تھا۔ جبکہ چار سے پانچ افراد پر مشتمل خاندان کا ماہوار خرچ چالیس سے پچاس ہزار پاکستانی روپے تک تھا۔

کیس مسترد ہو جائے تو صورتحال کہیں زیادہ مایوس کن تھی، اپیل کرنا اور پھر فیصلے کا انتظار کرنا بے حد تکلیف دہ تھا کیونکہ اپیل مسترد ہونے کی صورت میں نئے سرے سے فائل کھلوانا پڑتی تھی۔ اس ساری صورتحال کے بعد بھی اگر کسی کو یہاں سے مجبوراً پاکستان واپس جانا پڑے تو وہ بھی سخت امتحان تھا۔ چنانچہ مَیں تھائی لینڈ آنے کے اپنے فیصلے پر نظرِ ثانی کرنے لگا لیکن ساتھ ہی احمدی ہونے کے ناطے میرا خیال دعا کی طرف گیا۔ مَیں نے گھر پہنچ کر سب کو ساتھ لے کر اجتماعی دعا کی۔ حضور انور کی خدمت میں دعائیہ خط لکھنے کے علاوہ ہم نے باجماعت نماز تہجد اور

پنجوقتہ نماز کا پروگرام بھی بنایا۔ میرے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں اور الحمدللہ چاروں وقفِ نَو میں شامل ہیں۔ اُس وقت سب سے بڑی بیٹی دس سال کی اور سب سے چھوٹا بیٹا صرف ایک سال کا تھا۔ اللہ کے فضل سے حیرت انگیز طور پر میری رجسٹریشن کی کال صرف دو ماہ میں آ گئی۔ لیکن پھر چند دنوں میں نہایت ہی پریشان کُن خبریں سنائی دیں کیونکہ امیگریشن پولیس نے کئی پناہ گزینوں کو مختلف علاقوں سے گرفتار کر کے I.D.C. میں قید کر دیا۔ چنانچہ خوف کے سائے ہمارے سروں پر منڈلانے لگے کیونکہ خاکسار کا ویزہ بھی ختم ہو چکا تھا۔ سارے احمدی بھی اپنے گھروں میں تقریباً بند ہو کر رہ گئے۔ کچھ نئے آنے والے ان مایوس کُن حالات کو دیکھتے ہوئے واپس پاکستان جانے لگے۔ نیز جن احباب کے کیس مسترد ہو جاتے وہ بھی اپیل کرنے کی بجائے واپس جانے کو ترجیح دے رہے تھے۔

ایک دن خاکسار اور میرے دو دوست ایک مہمان کو الوداع کرنے کے لئے قریبی بس سٹاپ تک گئے۔ ابھی ہم اُنہیں بس پر چڑھا کر واپس چلنے ہی والے تھے کہ اچانک پولیس کی ایک گاڑی رُکی اور سادہ لباس پہنے دو سپاہیوں نے ہم سے پاسپورٹ مانگے۔ ہم نے اپنے UNHCR کے سرٹیفکیٹ دکھائے جو انہوں نے دیکھے ہی نہیں اور ہمیں ہتھکڑیاں لگا کر گاڑی میں بٹھا کر روانہ ہو گئے۔ سخت پریشانی میں مَیں نے UNHCR کے دفتر میں فون کر کے مدد مانگی۔ پھر چند دوستوں کو فون کیا جن کے ایسے انڈین لوگوں سے روابط تھے جو پولیس والوں کو پیسے دلوا کر بندے چھڑوا لیتے تھے۔ چند منٹ بعد میرے دوستوں نے بتایا کہ ایک ایجنٹ 45000 باتھ پر مان گیا ہے۔ اتنے میں ہماری گاڑی I.D.C. کی عمارت میں داخل ہو گئی۔ ہتھکڑیاں کھول کر ہمیں ایک دفتر میں پہنچا دیا گیا۔ خوف سے بُری حالت تھی۔ چند پولیس والے ہم سے بات کر کے واپس چلے گئے۔ سامنے ایک کلرک کاغذ پر کچھ لکھتا جا رہا تھا۔ اچانک وہ ہم سے مخاطب ہوا کہ جو کرنا ہے پانچ بجے سے پہلے کر لیں ورنہ آپ کو اندر بند کر دیا جائے گا۔

دعا کے علاوہ کوئی چارہ دکھائی نہ دیتا تھا۔ ابھی ہم ایجنٹ کو رقم دینے کا بندوبست کروا رہے تھے کہ اُسی کلرک نے تھائی زبان میں لکھے ہوا ایک کاغذ ہمارے سامنے کر کے کہا کہ اس پر دستخط کر کے یہاں سے چلے جاؤ۔ یہ حیران کُن صورتحال تھی۔ ہمیں اتنا پتہ تھا کہ ہم سے اس کاغذ پر دستخط کروانے کا بہانہ بنایا جا رہا تھا چنانچہ ہم نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور اُسے کہا کہ تحریر تھائی کی بجائے انگلش میں لکھو اور UNHCR کے کسی افسر کے آنے پر ہم دستخط کریں گے۔ مگر وہ مسلسل یہی کہہ رہا تھا کہ اِس کاغذ پر دستخط کرو اور گھر کو جاؤ۔ کافی بحث کے بعد ہمارے ایک ساتھی نے دستخط کر دیئے اور وہ باہر نکل گئے۔ اس پر ہم دونوں نے بھی دستخط کر دیئے اور باہر آ گئے۔ ہم حیران تھے کہ ایک کلرک ہمیں کیسے چھوڑ سکتا ہے۔ خیر باہر نکلتے ہی ہم ٹیکسی لے کر گھر کو روانہ ہوئے اور اپنے دوستوں کو فون کیا تو معلوم ہوا کہ وہ رقم لے کر ایجنٹ کی طرف جا رہے تھے۔ ہم نے اپنی رہائی کے بارے میں اُن کو بتایا تو وہ وہیں سے واپس اپنے گھر کو چلے گئے۔ ہماری رہائی ایک معجزہ تھا۔ اس سے قبل یا بعد میں بھی کبھی کسی کو I.D.C. کے اندر سے رہا نہیں کیا گیا۔

اس واقعہ کے چند دن بعد ہی دو تین اَور بھی خوشخبریاں حاصل ہوئیں وہ یہ کہ دو پاکستانی احمدی خاندانوں کا کیس پاس ہو گیا۔ یہ خاندان بھی ربوہ میں اُسی پولیس کیس میں شامل تھے جو میرے خلاف بنایا گیا تھا۔ اس طرح میرا دل کافی مطمئن ہوا۔ بہرحال ہم لوگ خوف کے سائے میں چھپتے چھپاتے گزارا کرتے رہے۔

اس دوران چند احمدیوں کے کیس مسترد ہوئے اور سوائے دو لوگوں کے باقی احمدی اپیل کرنے کی بجائے واپس پاکستان چلے گئے۔ چند احمدیوں نے اپنے کیسز کا نتیجہ UNHCR سے معلوم کیا جو مسترد ہونے کی صورت میں اُن کو ملا اور وہ بھی واپس پاکستان چلے گئے۔ دوسری طرف پاکستان کے خراب حالات کی وجہ سے مزید احمدی خاندان بھی مسلسل یہاں آ رہے تھے۔

8 دسمبر 2010ء کو اچانک اطلاع ملی کہ چند احمدی خاندانوں کو عورتوں اور بچوں سمیت گرفتار کر کے I.D.C. میں بند کر دیا گیا ہے۔ چند دن بعد احمدیہ مشن ہاؤس میں موجود تمام احمدیوں کو تھائی امیگریشن پولیس نے گرفتار کر لیا اور پھر مزید 86 افراد کو اُن کے گھروں سے گرفتار کر لیا گیا۔ ہم احمدی اپنے بھائیوں، بچوں اور عورتوں کو بغیر کسی جرم کے سلاخوں کے پیچھے دیکھ کر بے حد غمگین اور جذباتی تھے اور اس مشکل موقع پر UNHCR کے ادارہ سے مدد کے خواہشمند تھے کیونکہ اُن کی وجہ سے ہی ہمارے کیسز تاخیر کا شکار تھے۔ لیکن ادارہ نے کسی کی رہائی کے معاملہ میں مدد سے معذرت کر لی۔ اسیر احمدیوں پر عدالت نے توقع سے زیادہ جرمانہ ڈالا۔ یہ جرمانہ موقع پر ادا کر دیا گیا لیکن احمدیوں کو رہائی نہیں ملی بلکہ انہیں I.D.C. میں قید کر دیا گیا۔ اِن گرفتار احباب میں کچھ مریض بزرگ تھے۔ ایک خاتون کا چار سالہ بچہ اُس کے ساتھ قید تھا جبکہ تین چھوٹے بچے باہر رہ گئے تھے۔ ان مایوس کُن حالات میں تقریباً 50 احمدی چند ہی دنوں میں واپس پاکستان چلے گئے۔

ان حالات میں مزید گرفتاریوں کا خطرہ بھی بڑھ گیا تھا چنانچہ ہم سب احمدی ہر روز فجر سے قبل ہی اپنے گھر چھوڑ کر بذریعہ ٹیکسی ایک چیرٹی ادارہ B.R.C میں آ جاتے اور پورا دن یہاں گزار کر رات گئے واپس لوٹ جاتے۔ جب جمعہ کا روز آیا تو انتظامیہ کی اجازت سے ایک کمرہ میں احمدیوں نے جمعہ ادا کیا۔ اس کمرہ سے اٹھنے والی سسکیوں اور اپنے ربّ کے حضور آہ و بُکا کی آوازوں سے وہاں موجود دیگر اقوام کے افراد بھی پریشان ہو گئے۔ وہ تو یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ اس طرح رونے اور گڑگڑانے سے کیا حاصل ہوگا۔ مگر ہم اپنے زندہ خدا کو جانتے تھے۔ وہ خدا جو تمام قدرتوں کا مالک اور بگڑے کاموں کو سنوارنے والا ہے۔ جس کا پتہ ہمیں حضرت مسیح موعودؑ نے دیا ہے۔ جو معجزات دکھانے والا اور بے بس کی بے بسی دور کرنے والا ہے۔

پولیس نے جن گھروں سے احمدیوں کو گرفتار کیا تھا وہاں کا نقشہ عجیب اُداسی کی کہانی بیان کر رہا تھا۔ سامان بکھرا پڑا تھا۔ کچھ چولہوں پر روٹیاں ابھی تک پڑی ہوئی تھیں، کچھ گھروں میں آملیٹ ناشتے کی میزوں پر رکھے خراب ہو چکے تھے، بچوں کے سکول بیگ تیار پڑے تھے۔ چند پیالیوں میں پڑی چائے سے بدبو آ رہی تھی۔ گھروں کی حالت باسیوں کی بے بسی کی ایک بھیانک تصویر تھی۔ دیواروں سے عورتوں کی سسکیاں اور بچوں کی چیخ و پکار کی گونج اب بھی سنائی دے رہی تھی۔ لگتا تھا کہ پولیس نے انہیں سنبھلنے کی بھی مہلت نہیں دی۔ خدام نے ان تمام گھروں کا سامان ایک مکان میں جمع کر دیا اور باقی گھر مالکان کو واپس کر دیئے گئے۔

احمدیہ ویب سائٹ پر احمدی احباب کی گرفتاری کی خبر تفصیل سے شائع ہوئی تو تھائی لینڈ کے اعلیٰ حکّام کو دنیا بھر سے ہزاروں پیغام موصول ہوئے۔ 26 انٹرنیشنل ہیومن رائیٹس نے بھی تھائی حکومت سے مظلوم احمدیوں کیلئے سفارش کی۔ ان ساری کوششوں کے باوجود حالات بظاہر خراب سے خراب تر ہوتے جا رہے تھے۔

مایوسیوں اور شدید پریشانیوں کے اس نہایت تکلیف دہ وقت میں ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نہ صرف اپنی خاص دعاؤں میں ہمیں یاد رکھا بلکہ حضور کے خصوصی حکم پر مکرم ڈاکٹر افتخار احمد ایاز صاحب ہمارے پاس تھائی لینڈ آئے۔ اور آپ نے جس وقت ہمیں ہمارے پیارے آقا کا سلام ہمیں پہنچایا تو ہمیں یوں لگا کہ جیسے ہمارے سروں سے کوئی بوجھ اتر گیا ہے اور الٰہی خلافت نے ہمیں خوف سے امن کی طرف آنے کی نوید عطا کی ہے۔ کئی دنوں کے بعد ایک عجیب سا سکون ہمیں نصیب ہوا۔ ہمیں یہ بھی یقین ہو گیا کہ ہمارا ایک وارث ہے اور وارث والے کبھی لاوارثوں کے برابر نہیں ہو سکتے۔

مکرم ڈاکٹر صاحب نے ایک مختصر سا مگر بے حد پُر اثر خطاب میں چند نصائح کے ساتھ یہ ارشاد فرمایا کہ کوئی احمدی اب واپس پاکستان نہیں جائے گا۔ پھر آپ نے اہم سرکاری اداروں اور انسانی حقوق کی فلاحی تنظیموں کے ساتھ ملاقاتیں کیں۔ نیز احمدی قیدیوں کو کھانا پہنچانے کے لئے محترم اُونگ کُرنیا صاحب مربی سلسلہ کی زیر نگرانی ایک پانچ رکنی کمیٹی تشکیل دی۔ کھانا پکانے اور اسیران تک پہنچانے کے لئے مختلف احباب کی ڈیوٹی لگائی گئی۔ سو سے ڈیڑھ سو لوگوں کا کھانا پکانا نہ صرف ایک مشکل کام تھا بلکہ اپنی حفاظت کے اعتبار کے لحاظ سے بھی ایک بڑا چیلنج تھا۔ پھر I.D.C میں کھانا پہنچانے کے لئے دو گھنٹے کا سفر طے کرنا پڑتا تھا۔ اور I.D.C کے اندر باقی مراحل مزید تین گھنٹوں میں مکمل ہوتے تھے۔ اپارٹمنٹس میں رہنے والے احمدیوں کو صرف ایک کمرہ بغیر کچن کے دستیاب تھا اور پکانے والے برتنوں کی بھی شدید کمی تھی، نیز پاکستانی کھانوں کی خوشبو مقامی تھائی لوگوں کے لئے ایک بدبو سمجھی جاتی تھی اور وہ اس سے تنگ آ کر اکثر پولیس کو شکایت کر کے لوگوں کو پکڑوا دیتے تھے اس لئے یہ کام نہایت احتیاط سے کرنا پڑتا تھا۔

حالات اُس وقت مزید خراب ہو گئے جب جنوری اور فروری 2011ء میں مزید کئی احمدی فیملیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ ان میں مریض، حاملہ خواتین اور معصوم بچے بھی شامل تھے۔ اسیران کے شب و روز کا حال بہت پُر درد تھا۔ مثلاً

☆ قریباً سولہ ماہ اسیر رہنے والے مکرم طاہر احمد عادل صاحب بیان کرتے ہیں کہ ہمارے بچے اور عورتیں دوسری بیرکوں میں تھے جن سے ملنے کا کوئی بندوبست نہ تھا۔ صفائی، صاف پانی، صحت، تعلیم اور خوراک کا کوئی معقول انتظام نہ تھا۔ خوراک میں اُبلے ہوئے غیر معیاری چاول اور کھیرے یا مولی کا گرم پانی اور یا کبھی کبھار چکن کا پانی نما سالن دیا جاتا۔ گندگی کی وجہ سے خارش اور جلدی بیماریاں، سگریٹ کا دھواں و بدبو اور ٹی بی کی بیماری عام تھی۔ روشنی کا اور تازہ ہوا کا نام و نشان نہ تھا۔ اگر کوئی بچہ بیمار ہو جاتا تو اسے اکیلا ہی ہسپتال میں کئی کئی دن رکھا جاتا اور ماں باپ کو اُس سے ملنے کی اجازت نہ تھی۔ ایک بار میرا ایک سالہ بیٹا بیمار ہوا تو پہلے دن میری اہلیہ کو اُس کے ساتھ ہسپتال لے گئے جہاں رات بھر اسے زنجیر ڈال کر بیڈ کے پاس بٹھائے رکھا اور اگلے دن اُسے واپس بیرک میں بھیج دیا جبکہ بچہ آٹھ دن ہسپتال داخل رہا اور اس دوران اس کی صحت کے بارہ میں کچھ نہیں بتایا گیا۔ لباس بھی ہمارے مزاج کے خلاف تھا۔ ورزش پر صرف نیکر پہننے کی اجازت تھی۔ ملاقات کے وقت بھی نیکر اور ایک خاص شرٹ پہننی پڑتی جس کے پیچھے لکھا تھا کہ یہ قیدی ہے۔ اور اگر I.D.C سے باہر لے جانا پڑتا تو ہتھکڑی کے علاوہ یہ شرٹ بھی پہنائی جاتی۔

☆ مکرم سید الطاف حسین شاہ بخاری صاحب دل کے مریض تھے۔ آپ قریباً چھ ماہ اسیر رہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اپنی اہلیہ اور دو جڑواں بچیوں (عمر 6 سال) کے ساتھ گرفتار کیا گیا۔ پہلے دن تھانہ کی حوالات میں چھوٹے سے کمرہ میں رکھا گیا جہاں سانس لینا بھی دشوار تھا۔ دوسرے دن شام کو مجھے سانس اور دل کی تکلیف ہو گئی۔ وہ رات بھی بڑی تکلیف سے کاٹی اور اگلی صبح مجھے ہتھکڑی لگا کر ہسپتال لے جایا گیا اور بیڈ کے ساتھ میرا بازو ہتھکڑی کے ذریعہ باندھ دیا گیا۔ تیسرے دن یہ جھوٹ بول کر I.D.C میں شفٹ کر دیا گیا کہ وہاں بھی ڈسپنسری موجود ہے۔ حالانکہ وہاں یہ حالت تھی کہ اگر کسی کو کوئی تکلیف ہو جاتی تو پہلے بیرک کا دروازہ بہت دیر تک کھٹکھٹانا پڑتا تھا۔ پھر اگر عملہ میں سے کوئی آ جائے تو مریض کو ہسپتال تک لے جانا ایک عذاب کا مرحلہ تھا۔ مجھے خود ایک دو بار تکلیف ہوئی تو وہ مجھے ہتھکڑی لگا کر پولیس گاڑی میں سوار کرنے لگے اور ہاتھ بندھے ہونے کی وجہ سے سوار ہونے میں دشواری پر مجھے اٹھا کر گاڑی میں ڈالا اور ہسپتال لے گئے۔ میں نے پانی مانگا جو نہ مل سکا۔ اسی طرح ایک بار پھر مجھے ہسپتال لے جانا پڑا تو ڈاکٹر کے پاس پہنچ کر پولیس والے کو یاد آیا کہ وہ ہتھکڑی کی چابی بھول آیا ہے۔ چنانچہ اسی حالت میں میرا معائنہ کروایا گیا۔

بیرک کے اندر صرف اتنی جگہ دستیاب تھی کہ بمشکل لیٹا جا سکتا۔ رات کو کسی کو اٹھنا پڑتا تو کسی کے منہ پر سے اور کسی کی ٹانگوں سے پھلانگ کر جانا پڑتا۔ اتنے افراد کے لئے صرف دو لیٹرین تھیں، پانی کا ایک اجتماعی حوض تھا جس سے پانی پینا بھی ہوتا تھا اور نہانا بھی۔ جگہ اتنی گندی تھی کہ نہا کر انسان صاف ہونے کی بجائے زیادہ گندا ہو جاتا۔ غیر مسلم قیدی وہاں بالکل ننگے ہی غسل کر لیتے جس کا ہمارے بچوں پر بےحد برا اثر پڑتا۔ تازہ ہوا کا کوئی انتظام نہ تھا جس کی وجہ سے سانس کی تکلیف بہت زیادہ تھی۔ خوراک میں کبھی چکن کا ایسا پتلا پانی نما سالن ہوتا جس میں مرغی کے پنجے، چونچیں اور آنتیں بھی ساتھ پکی ہوئی ملتیں۔ ان حالات کی وجہ سے دو تین لوگ دو تین سال تک قید میں رہنے کے دوران ہی فوت ہو گئے تھے۔ اور کچھ لوگ پولیس کو اکثر یہ کہتے کہ ہمیں گولی مار دو۔

احمدیوں نے ان مشکل حالات سے سمجھوتہ کرنے کے لئے کچھ اپنی مثبت مصروفیات بنا لیں جن میں پنج وقتہ باجماعت نماز اور انفرادی تہجد کا پروگرام، قرآنِ پاک کا درس، بچوں کی کلاس وغیرہ شامل تھا۔ نیز کبھی مشاعرہ اور کبھی جماعتی نظموں کا مقابلہ ہوتا۔ ایک دفعہ ہم نے وہاں جلسہ سالانہ کے نام پر ایک تقریب رکھی جو نمازِ ظہر کے بعد شروع ہوئی جس میں تلاوت اور نظم کے بعد مکرم طاہر احمد عادل صاحب نے سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر شاندار تقریر کی۔ اس جلسہ میں ہمارے ساتھ برمی مسلم بھی شامل تھے اس لئے ایک تقریر ان کے ایک دوست نے بھی کی اور احمدیہ نظم کے بعد ایک ان کی طرف سے نعت بھی پڑھی گئی۔

کبھی کبھی پولیس والے بیرک کی چیکنگ کے لئے اچانک بیرک میں گھس آتے تو پہلے تمام قیدیوں کو ہاتھ اوپر کر کے باہر نکالا جاتا تھا اور پھر بیرک کی تلاشی لی جاتی۔ ایک دن تلاشی کے دوران پولیس والوں نے ہمارا قرآن کریم نیچے گرا دیا۔ اس پر احمدیوں نے سخت احتجاج کیا۔ کھانا کھانے اور ورزش کرنے سے بھی انکار کر دیا۔ اس پر ایک افسر نے آ کر معذرت کی اور پولیس والوں کی طرف سے قرآن کی لاعلمی کا جواز رکھ کر آئندہ ایسا واقعہ یا حادثہ نہ ہونے کا وعدہ کیا۔

☆ مکرم طاہر محمود گِل صاحب قریباً پانچ ماہ اسیر رہے۔ وہ بتاتے ہیں کہ ہمیں

گرفتار کر کے دو دن تھانے اور عدالت میں کاغذی کارروائی ہوتی رہی اور تیسرے دن I.D.C میں لے آئے جہاں دو دن کے بعد ہمیں سادہ پانی پینا نصیب ہوا۔ یہاں عورتوں اور بچوں کو ہم سے علیحدہ کر دیا گیا۔ جن کے ساتھ ملاقات کبھی کبھار ہو سکتی تھی۔ موبائل فون رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔ اپنی اہلیہ کے ساتھ خط کا تبادلہ کسی ملاقاتی کی بدولت ہی ممکن ہو سکتا تھا۔ گندگی سے میری تین سالہ اکلوتی بیٹی کو جِلد کی تکلیف دہ بیماری ہو گئی.........۔

ایک بڑے کمرہ میں ہم قریباً سوا افراد تھے۔ بچا ہوا کھانا لیٹرین میں رکھنا پڑتا تھا جو تین دن اور کبھی چھ دن کے بعد ہی باہر جا سکتا تھا جس سے خراب کھانے کی نہایت گندی بُو ہر طرف پھیل جاتی۔ خوراک کی کمی اور گندہ ماحول ہونے کی وجہ سے میری حالت غشی تک پہنچ جاتی۔ ان حالات میں دورانِ نماز ہماری چیخیں نکل جاتیں اور ہمیں اپنے بچنے کی امید صرف اللہ تعالیٰ سے تھی۔ برمی مسلمان بھی ہمارے ساتھ نماز پڑھ لیتے تھے۔ لیکن اسی دوران چند پاکستانی غیر احمدیوں نے اُنہیں خوب بھڑکایا کہ پاکستان میں یہ لوگ غیر مسلم ہیں اور ہم تو انہیں اس طرح کھل کر نمازیں بھی ادا نہیں کرنے دیتے۔ اس کے بعد یہ برمی لوگ ہم سے لڑنے کا بہانہ ڈھونڈتے لیکن ہم ہمیشہ ان سے نیک سلوک کرتے۔ وہ ہماری نماز اور سجدوں میں رونا اور دعائیں کرنا دیکھتے رہے اور آہستہ آہستہ پھر ہمارے قریب ہوتے گئے۔ جب انہوں نے ہمارے مسائل حل ہوتے دیکھے اور جماعتی تعاون کو دیکھا نیز ہمارے پروگرام (جو ہم نے اندر کئے تھے) دیکھے تو کافی متأثر ہوئے۔ پھر ہماری ضمانتیں ہوئیں تو وہ برملا کہنے لگے کہ آپ سچے ہیں اور وہ پاکستانی جھوٹے تھے۔

اسی طرح ایک بنگالی مولوی صاحب بھی ہماری بیرک میں آ گئے۔ ہمارے بارہ میں اُن کو بتایا گیا تو انہوں نے ہم سے چند سوال کئے۔ چند دن وہ ہماری نمازیں اور سجدے دیکھتے رہے۔ وہ حیران تھے کہ یہ لوگ کیسے غیر مسلم ہیں جو رو رو کر نمازیں پڑھتے اور قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ اُنہی دنوں ہم نے حضور انور کا ایک خطبہ دیکھنے کا اہتمام کیا جو انہوں نے بھی سنا اور پھر کہنے لگے کہ یہ شخص جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے یہ وعدہ بھی کیا کہ وہ بنگلہ دیش واپس جا کر اپنی کچھ ذمہ داریوں سے فراغت حاصل کر کے احمدیت قبول کر لیں گے۔

☆　مکرمہ شگفتہ شاہد صاحبہ اہلیہ مکرم شاہد محمود صاحب قریباً پانچ ماہ اسیر رہیں۔ وہ لکھتی ہیں کہ ہمیں تقریباً دو دن بھوکا رکھ کر I.D.C کی بیرک میں بند کر دیا گیا جہاں پہلے سے چند احمدی عورتوں اور بچوں سمیت تقریباً تین سو نفوس قید تھے۔ گنجائش کے لحاظ سے یہ بیرک 100 نفوس کے لئے بنی تھی۔ اندر کا نہایت گندہ ماحول، جگہ کی تنگی اور بچوں کا رش ایک الگ مسئلہ تھا۔ اتنی بڑی تعداد کے لئے صرف دو لیٹرین جن کے دروازے ٹوٹے ہوئے تھے۔ صفائی کا کوئی انتظام نہ تھا۔ نہانے کی جگہ اوپن تھی جہاں تمام غیر ملکی خواتین ننگی ہی غسل کرتیں جو ہمارے بچوں کے لئے کافی نقصان دہ تھا۔ ہم احمدی عورتیں اپنی ساتھی احمدی عورتوں کے ذریعہ چادروں کا پردہ کروا کر غسل کرتیں۔ پانی کا انتظام بہت ناقص اور گندہ تھا۔ خارش اور جلدی بیماریوں کا اندر مکمل راج تھا جن سے ہمارے بچے بھی متأثر ہو رہے تھے۔ ان حالات کا مقابلہ ہم نے یوں کیا کہ نمازِ تہجد اور نمازیں باجماعت شروع کیں۔ بچوں کی کلاسیں لگنے لگیں۔ درود شریف کا اور دعاؤں کا ورد کیا جاتا۔ ہماری دعا کرنے کی حالت کو دیکھ کر غیر ملکی عورتیں حیران ہوتیں اور بعد میں ہمارے جلد جلد بدلتے ہوئے حالات اور ہمارے اوپر نازل ہوتے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو دیکھ کر بے حد متأثر ہوئیں اور ہم سے چند دعائیں لکھوا کر وہ بھی یاد کرنے لگیں۔ چنانچہ یہ بھی ایک معجزہ تھا کہ اس کے بعد اُن عورتوں کے دو تین سال سے لٹکے کیس بھی پاس ہونے شروع ہو گئے۔

☆　مکرمہ امۃ القدوس صاحبہ اہلیہ مکرم کاشف محمود بٹ صاحب بھی قریباً پانچ ماہ اسیر رہیں۔ یہ اُن تین احمدی خواتین میں سے ایک تھیں جو گرفتاری کے وقت حاملہ تھیں۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ صفائی کا ناقص انتظام، زیادہ رش، جگہ اور خوراک کی کمی کی وجہ سے بے حد تکالیف تھیں۔ اگر کسی عورت کو کوئی تکلیف ہوتی تو باقی عورتیں بیرک کا دروازہ کھٹکھٹاتیں اور کافی شور ڈالنے کے بعد پولیس والے آتے۔ مریض کو ایک چادر میں ڈال کر دو پولیس والے لٹکا کر باہر لے جاتے۔ اسے ہسپتال تک لے جانے کا مرحلہ خوش قسمتی سے کسی کسی کو ملتا ورنہ اندر ہی موجود ایک نام کی ڈسپنسری سے چھوٹی موٹی دوائی دے کر واپس بیرک میں بند کر جاتے۔ ان سارے حالات کو دیکھ کر میں سخت خوفزدہ تھی اور ہر وقت دعا کرتی رہی۔ دوسری طرف اندر میری صحت کے لحاظ سے کسی طبی معائنہ کا انتظام نہ تھا۔ 6 مئی کو مجھے ہسپتال لے جانا پڑا۔ ایک گھنٹہ انتظار کے بعد پولیس والے ایمبولینس میں ڈال کر پولیس ہسپتال لے گئے جہاں ایک قیدی ہونے کی وجہ سے عملے نے کوئی خاص توجہ نہ دی۔ بہر حال شام کو اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک پیاری سی بچی سے نوازا اور تھوڑی دیر بعد وہ مجھے ایک وارڈ میں لے آئے جہاں پر مجھ سے پوچھا گیا کہ آپ ہاتھ پر ہتھکڑی لگوانا پسند کریں گی یا پاؤں پر۔ پھر بائیں ہاتھ پر ہتھکڑی لگا کر مجھے اپنے ہی بیڈ کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ اس دوران مجھے کوئی پانی یا جوس وغیرہ تک نہیں دیا گیا اور تیسرے دن اسی حالت میں مجھے واپس I.D.C میں لایا گیا۔ میرے ساتھ میری معصوم تین دن کی بچی کو بھی اب قید کاٹنی تھی۔ مجھے سخت بخار تھا جو ایک ہفتہ تک رہا۔ میرا جسم بے حد دکھ رہا تھا اور جسم میں سخت درد تھا لیکن مجھے ننگی زمین پر اپنی بچی کو ساتھ لے کر لیٹنا تھا۔ صرف ایک پتلا سا کمبل میرا بستر تھا اور تقریباً ڈیڑھ فٹ چوڑی جگہ میری کُل جائیداد تھی۔ خوراک کا کوئی انتظام نہ تھا جبکہ ایک J.R.S نام کی این جی او نے کچھ بسکٹ اور کچھ دودھ مجھے دیا تو میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ میں نے بچی کو ویکسین دینے کا کہا تو پولیس نے انکار کر دیا کہ ہمارا قانون نہیں ہے۔ میں آرام کرنا چاہتی تھی مگر اتنے رش اور شور شرابے میں آرام وسکون کرنا صرف ایک خواب تھا۔ میرے شوہر جو ساتھ ہی دوسرے کمرے میں قید تھے ان کو اس ساری صورت حال سے بے خبر رکھا گیا۔ اور دس دن بعد مذکورہ این جی او کی مدد سے میرے شوہر کی میری ملاقات کروائی گئی اور انہوں نے اپنی بچی کو پُرنم آنکھوں سے دیکھا۔

☆　مکرمہ صائمہ نورین اظہر صاحبہ اہلیہ مکرم اظہر احمد خالد صاحب نے قریباً سات ماہ اسیری میں گزارے۔ یہ لکھتی ہیں کہ جہاں پہلے دن ہمیں رکھا گیا وہاں کھڑا ہونے کی بھی جگہ نہ تھی۔ ساری رات ہم نے کھڑے ہو کر گزارنا تھی۔ سانس بند ہو رہا تھا، جبکہ دو خواتین پہلے ہی سانس کی مریضہ اور عمر رسیدہ تھیں اور ایک خاتون آخری ماہ کی حاملہ تھیں۔ اس صورت میں پوری رات گزارنا اُن کے لئے بیحد مشکل تھا چنانچہ ہم نے پولیس والوں کو اُن تین عورتوں کو باہر نکالنے کی درخواست کی تو وہ اُن کو لے گئے اور صبح واپس آ کر اُن خواتین نے بتایا کہ اُنہیں ساری رات پولیس والوں نے ایک باتھ روم میں بند رکھا تھا۔

I.D.C کی بیرک کے سنگین حالات کا ذکر کرنے کے بعد آپ لکھتی ہیں کہ

لیٹرینوں (جن کے دروازے ٹوٹے ہوئے تھے اور ان کا گندہ پانی باہر آرہا تھا) کے سامنے بیٹھنے کی جگہ ملی جہاں لیٹنا تو درکنار بیٹھنا بھی ناممکن تھا۔ ہم لوگ باری باری سوتے اور یوں ہمارے کچھ دن اسی حالت میں گزرے اور پھر 27 دسمبر 2010ء کو ہمارے چند بیمار لوگ اور ان کے اہلِ خانہ مایوس ہو کر واپس پاکستان چلے گئے۔ ایک احمدی حاملہ خاتون کو چند دن بعد پولیس ہسپتال میں لے جایا گیا اور ان کو اللہ تعالیٰ نے پہلے بیٹے سے نوازا۔ اُن کے پاؤں کو اتنی موٹی زنجیر کے ساتھ بیڈ سے باندھا گیا کہ وہ ہل بھی نہیں سکتی تھیں۔ چنانچہ وہ اور اُن کا خاوند بھی ایک ماہ کے اندر ہی واپس پاکستان چلے گئے۔ بچوں کی تعلیم وصحت کا کوئی انتظام نہ تھا، کھانا نہایت گندہ اور بد ذائقہ، پانی کا کوئی بندوبست نہیں اور پینے کو شدید گرم پانی۔ ہمیں کپڑوں سمیت نہانا پڑتا کیونکہ غسل کی جگہ اندر نہ تھی۔ ہمارے پاس کپڑوں کی بھی شدید تنگی تھی کیونکہ گرفتاری کے وقت ہمیں برقعہ پہننے کی بھی مہلت نہیں دی گئی تھی۔ چنانچہ کچھ کپڑے، ہم نے سری لنکن عورتوں سے مانگ کر بھی پہنے۔

ایک بھیانک دَور تھا جو اپنی سختی میں عروج پر پہنچ کر شروع ہوا تھا۔ بچے روٹی کے لئے سخت روتے۔ بھوک کی وجہ سے تمام لوگ بہت کمزور ہو رہے تھے۔ سونے کیلئے صرف ایک کمبل بچھونا تھا جو دس پندرہ دن کے بعد ایک این جی او نے ہمیں دیا تھا۔ بچے مسلسل بیمار ہو رہے تھے اور جلدی بیماریوں کا تو شدید حملہ تھا، اور چونکہ تازہ ہوا کا بھی اندر کوئی انتظام نہ تھا، اس لئے سانس کی تکلیف عام تھی۔ میرے نو سالہ بیٹے کو جو اپنے والد کے ساتھ قید تھا اور سانس کی تکلیف کا مریض تھا، ایک رات کو یہی تکلیف ہو گئی۔ بچے کے والد نے اُسے ڈاکٹر کو چیک کروانے کی پولیس سے بات کی تو پولیس والوں نے لے جا کر دونوں کو اُس بیرک میں بند کر دیا جس میں چند پاگل لوگ قید تھے۔ ساری رات وہاں سخت پریشانی میں گزار کر صبح سفارش کروا کر یہ واپس اپنی بیرک میں آئے۔

......ہماری عبادتوں کا معیار بہتر ہو گیا تھا اور غیر ملکی قیدی عورتیں ہماری عبادت کرنے سے متأثر ہونے لگی تھیں۔ چنانچہ 2 سری لنکن عورتیں ہمارے پاس آئیں (ایک ڈیڑھ سال سے اور دوسری تین سال سے یہاں قید تھی) اور ہم سے پوچھنے لگیں کہ آپ کونسی دعائیں پڑھتی رہتی ہیں، آپ ہمیں بھی یہ دعائیں سکھائیں۔ چنانچہ ہم نے انگلش میں ایک دو دعائیں انہیں لکھ دیں جن کا وہ روزانہ ورد کرتیں، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ دکھایا کہ ان عورتوں کا اسائلم کیس بھی پاس ہو گیا اور اگلے مراحل بھی تیزی سے طے ہوئے۔

☆ ایک بیس سالہ سری لنکن لڑکی دیویا (Divya) جو I.D.C میں احمدی عورتوں کے ساتھ قریباً چھ ماہ ایک ہی بیرک میں قید رہی تھیں، کی تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام پاکستانی احمدی خواتین بہت تعاون کرنے والی تھیں اور حقیقتاً ہر ایک کی مدد کرنے کی خواہشمند رہتی تھیں۔ اگر اُن کو کھانے کی کوئی چیز ملتی تو وہ اُن خواتین کے ساتھ شیئر کرتیں جن کے پاس مناسب خوراک نہیں ہوتی تھی۔ اگر وہ کسی کو روتا چیختا دیکھتیں تو اُس کے لئے روتیں اور دُعا کرتیں۔ وہ کبھی بھی اپنی نماز یا تہجد کا وقت کھونا یا گنوانا نہیں چاہتی تھیں۔ اگر اُنہیں کوئی اچھی خبر ملتی تو سب سے قبل وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتیں پھر وہ ایک دوسرے کو مبارکباد پیش کرتیں۔ اُن کی عبادت کا طریقہ بہت خوبصورت اور مقدّس ہے۔ جو لوگ انہیں عبادت میں دیکھتے ان کی پیروی کرنا چاہتے تھے۔ جو شخص ان سے بدتمیزی سے پیش آتا اور پھر وہی شخص اگر مصیبت میں ہو تو یہ پاکستانی لوگ سب سے پہلے اس کی مدد کو تیار ہوتے تھے۔ وہ کبھی بھی اپنی ذاتی حیثیت سے نہیں سوچتی تھیں بلکہ ہر وقت وہ ’ہم‘ کہتی تھیں ’میں‘ نہیں۔

یہ ایک خوبصورت اور دل موہ لینے والا منظر تھا جب عورتیں اپنے سروں کو ڈھک کر عبادت کرتیں اور ننھے فرشتے (بچے) اپنی ماؤں کی پیروی کرتے۔ چھوٹی عمر میں اُن میں بانٹنے (Share کرنے) کی خوبی پیدا ہو گئی تھی۔

تمام خواتین اپنے لباس کے بارے میں بہت فکرمند رہتی تھیں۔ وہ کبھی بھی بغیر سر ڈھکے اور بغیر کوٹ پہنے باہر نہیں جانا چاہتی تھیں۔ میں نے جب ان سے پوچھا کہ آپ اس طرح اپنے آپ کو کیوں ڈھانپ کر رکھتی ہیں تو انہوں نے کہا کہ ’’عورت بہت قیمتی ہے‘‘۔

مَیں دو سال سے قید تھی لیکن ضمانت نہیں ہو رہی تھی۔ جب جماعت احمدیہ نے ضمانت کے لئے امیگریشن سے منظوری حاصل کر لی تو باقی سب کے لئے بھی Bail (ضمانت) کروانے کا دروازہ کُھل گیا۔ یہ ایک بہت حیرت انگیز واقعہ تھا جس کی وجہ سے جماعتِ احمدیہ ہمیشہ ہمارے ذہنوں میں رہے گی۔

☆ مکرم منصور احمد صاحب اور ہارون محمود صاحب کی عمریں تقریباً 20/22 سال تھیں۔ ان دونوں بھائیوں کو سب سے زیادہ یعنی قریباً پونے دو سال I.D.C میں اسیر رہ کر دکھ اور تکالیف اٹھانی پڑیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم دو بھائیوں اور ایک دوست کو پولیس نے گرفتار کیا تو ہمارا دوست پندرہ دن بعد ہی واپس پاکستان چلا گیا۔ ہمیں شروع میں تو رہائی کی کچھ امید تھی مگر وقت کے ساتھ ساتھ مایوسی بڑھتی گئی۔ پھر ہمیں یہ یقین ہوتا گیا کہ اب منزل حاصل کرنے تک شاید ہمیں یہیں رہنا پڑے گا جہاں نہ کھانا تھا، نہ سونے کی جگہ تھی، نہ پینے کو صاف پانی تھا، نہ تازہ ہوا تھی اور نہ ہی صفائی کا کوئی بندوبست تھا۔ ہم اکیلے پاکستانی تھے۔ تین وقت وہی چاول اور کھیروں کا سوپ ملتا جن میں سے اکثر کیڑے اور سونڈیاں نکلتی تھیں۔ تین ماہ بعد UNHCR میں ہمارا انٹرویو ہوا اور اس کے پانچ ماہ بعد ہمارا کیس مسترد کر دیا گیا۔ اور یہ بھی نہ سوچا گیا کہ ہم اپنے والدین، بہن بھائی اور عزیز دوست سب کچھ چھوڑ کر اس قید میں رہتے ہوئے بھی واپس پاکستان کیوں جانا نہیں چاہتے۔ بہرحال ہم نے اس فیصلے کے خلاف اپیل کر دی۔ اسی دوران ایک اَور احمدی بھی گرفتار ہو کر ہمارے پاس آ گیا۔ بعد میں اس کا کیس بھی Reject ہو گیا اور وہ تقریباً 13 ماہ قید کاٹنے کے بعد واپس پاکستان چلا گیا کیونکہ اسی دوران اس کا ایک بھائی عزیزم عرفان احمد 28 مئی 2010ء کو لاہور کے المناک واقعہ میں شہید ہو گیا تھا۔

ہفتہ میں صرف دو بار ایک دو گھنٹوں کے لئے ہمیں باہر کھلے آسمان کے نیچے لایا جاتا تھا۔ کمرہ میں دیواروں پر ہر طرف کپڑے ہی کپڑے، بیگ اور برتن ہی نظر آتے تھے۔ دروازے میں موجود سوراخ میں سے جب کھانا دیا جاتا تو لوگ اس طرح اچھلتے چھلانگیں مارتے دروازے کے پاس پہنچ جاتے جیسے مرغیوں کو دانہ ڈالا جائے تو وہ جھپٹتی ہیں۔ ہر طرف خود غرضی کا راج تھا۔ بیرک میں لیٹنے کی بھی جگہ نہ تھی اور شروع کے چھ ماہ تو ہم لال بیگوں میں ہی سوتے رہے۔ ہم دونوں بھائی مسلسل جلدی بیماریوں میں مبتلا رہے۔ ایسے لگتا تھا جیسے ہم میں قوتِ مدافعت ہی ختم ہو گئی ہے۔ ایسے پھوڑے پھنسیاں ہم دونوں کو نکلے جن کی وجہ سے سونا، جاگنا، لیٹنا، بیٹھنا بلکہ چلنا اور نماز پڑھنا بھی مشکل تھا۔ مگر ہم اللہ تعالیٰ کے بہت مشکور ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پنجوقتہ نمازیں اور تہجد بھی باقاعدگی سے پڑھنے کی توفیق دی۔ نیز مَیں نے

اندر رہ کر 9 دفعہ قرآنِ پاک بھی ختم کیا اور میرے بھائی نے 2 دفعہ۔

ہم نے گھر والوں کو کبھی یہ حالات نہیں بتائے کہ ہم کس مشکل میں ہیں۔ہم ان کو جھوٹی تسلیوں کے سوا کچھ نہیں دے سکتے تھے۔ایک وقت ایسا تھا جب ہارون کی ٹانگوں پر تین ماہ لگاتار پیپ والے دانے اور پھوڑے نکلتے رہے جن سے خون نکلتا رہتا تھا۔ہم سارا ہفتہ ڈاکٹر کا انتظار کرتے رہتے۔وہ تو ڈھنگ سے بات بھی نہیں سنتی تھی اور جب دوائی دیتی تو اس سے آرام بھی نہ آتا۔

پینے کا پانی میں سے بدبو آتی تھی اور اس میں چھوٹے چھوٹے ذرے بھی ہوتے تھے۔ہم دونوں تقریباً چھ ماہ تک ایسے کیڑے کا شکار بھی رہے جو کہ جسم پر موجود زیادہ تر بالوں والے حصوں پر چمٹ جاتے اور سارا دن وہاں خارش ہوتی رہتی ایسے لگتا جیسے کانٹے چبھ رہے ہیں۔اس تکلیف میں سوتے سوتے کئی گھنٹے لگ جاتے۔تقریباً دو ماہ لگاتار میرے جسم پر ایسے پھوڑے نکلتے رہے جن کی وجہ سے جسم کا متاثرہ حصہ سوج جاتا اور پھوڑوں میں سے خون بہتا رہتا۔

سلاخوں کے پیچھے بھی کیا عید ہوتی ہے!۔چار عیدیں ہم نے I.D.C جیل میں رو رو کر گزاریں۔پھر یہ المناک واقعہ پیش آیا کہ ہمارے 86 احمدی جن میں بچے بوڑھے،مرد اور عورتیں نیز بیمار لوگوں کو گرفتار کرلیا گیا۔ان مجبوروں کی یوں گرفتاری کے خیال سے بے حد دکھ تھا۔پھر ہمیں بھی اُن کے ساتھ شفٹ کردیا گیا تو ہم نے اسیری کے دوران پہلی دفعہ خطبہ جمعہ سنا اور نمازِ جمعہ ادا کی۔

مگر افسوس کہ دیگر احمدیوں کے کیسز پاس ہوجانے کے باوجود ہماری اپیل دوبارہ مسترد کردی گئی۔ہمارے دل کی تسلّی اُس خواب کے ذکر سے ہوتی تھی جو ہارون نے دیکھی تھی۔پہلی دفعہ کیس مسترد ہونے کے بعد جب ہم نے اپیل کی تو ہارون نے روزانہ استخارہ کرنا شروع کیا۔تب چند دن بعد اُس کو نیم نیند کی حالت میں یہ آواز آئی کہ ''سب قادیانیوں کے کیس پاس ہوں گے''۔اُس نے یہ خواب بھی دیکھا کہ ہارون اور مَیں لوگوں میں مٹھائی بانٹ رہے ہیں اور ہارون نے مجھ سے کہا کہ پہلے ہم بھی تھوڑی سی مٹھائی کھالیں پھر بانٹ دیں گے۔مگر میں نے کہا کہ ہم بعد میں کھالیں گے۔

اسی طرح مَیں نے بھی ایک خواب دیکھا کہ حضرت مسیح موعودؑ ہماری بیرک میں داخل ہوئے اور ہمارے پاس آکر بیٹھ گئے ہیں۔

جب ہمیں معلوم ہوا کہ نہ صرف ہمارا کیس مسترد ہوچکا ہے بلکہ دوسروں کے ساتھ ہماری ضمانت بھی نہیں ہوگی کیونکہ UNHCR میں ہماری فائل ہی بند ہوچکی تھی۔اس پر وہاں موجود تمام احمدیوں نے ہمارے لئے بہت دعائیں کیں اور حضورانور کی خدمت میں دعا کے لئے Fax کروائی گئی۔پھر معجزہ ہوا کہ جس دن فیکس کی گئی اُسی دن اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ خوشخبری ہم تک پہنچ گئی کہ ہماری بھی ضمانت منظور ہوگئی ہے اور یوں ہم نے بھی آزادی کا سانس لیا۔

بعض اسیران کے بیان کردہ حالات محض ایک جھلک پیش کرتے ہیں۔ورنہ قیدیوں کی اُس تلخی اور بے بسی کو الفاظ میں ڈھالا نہیں جاسکتا۔وہ الفاظ جو معصوم بچوں کو سلاخوں کے پیچھے کھڑا دیکھ کر ان کے والدین کی بے بسی کا اظہار کرسکیں۔جو پولیس ہسپتال میں بچہ کی پیدائش کے فوراً بعد ڈاکٹر کے اس سوال کا جواب بن سکیں جب بچے کی ماں سے پوچھا گیا کہ آپ ہتھکڑی ہاتھ پر لگوانا پسند کریں گی یا پاؤں پر۔اور اس اذیت کا جو چند ماہ کے بیمار بچے کو ماں اور باپ دونوں سے چھین کر کسی گمنام جگہ پر علاج کے نام پر منتقل کردیا گیا۔اور جب ایک مریض عورت کو سانس کی تکلیف پر علاج کے بہانے رات بھر باتھ روم میں بند رکھا گیا۔علاوہ ازیں کھانے کی کمی،صاف پانی کی کمی،ہوا اور روشنی کا فقدان،زمین پر بغیر بستر لیٹنا، اتنے رَش میں سانس کی گھٹن،شدید گرمی اور جلدی بیماریوں کی فراوانی،علاج کا فقدان۔یہ سب وہ تلخ حقائق ہیں جو محسوس تو کئے جاسکتے ہیں مگر بیان نہیں ہوسکتے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ احمدیوں کا خدا ایک زندہ خدا ہے اور آسمانی اٹل فیصلے کس طرح زمینی اصولوں کو تبدیل کرسکتے ہیں،(اس کا بیان اب ہوتا ہے)۔

(آئندہ شمارہ میں جاری ہے)

## بقیہ از صفحہ 4: نظامِ وصیت۔ایک زندگی بخش نسخہ

کئے تو آپ نے بھی افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مولوی سیّد محمد سرور شاہ صاحبؓ سیکرٹری مقبرہ بہشتی سے اس بارہ میں دریافت کرکے مناسب کارروائی کی جائے۔حضرت مولوی صاحبؓ نے فرمایا کہ پہلی وصیت تو منظور نہیں ہوئی۔اور موجودہ حالت میں نئی وصیت کرنا بھی درست نہیں کیونکہ بیماری کی حالت کی وصیت قبول نہیں ہوتی۔ہاں حافظ صاحب کو چاہئے کہ صحت یاب ہوکر جلد دوبارہ وصیت کردیں۔چنانچہ مَیں نے حضرت والد صاحبؓ کی خدمت میں عرض کیا تو آپؓ نے فرمایا اچھا اب جو تقدیر میں ہے وہی ہوگا اور متواتر دعا مانگی کہ خدایا مجھے ایک دفعہ بیماری سے صحت عطا فرما تاکہ میں پھر وصیت کرسکوں۔کیونکہ جیسا کہ تُو جانتا ہے مَیں غلط فہمی میں رہا۔

چنانچہ آپ خدا کے فضل وکرم سے چند دنوں کے بعد تندرست ہوگئے اور ماہ اکتوبر 1935ء میں اپنی آمد اور جائیداد دونوں کی دوبارہ وصیت کردی جو فروری 1936ء میں منظور ہوگئی اور اپنی آمد کا حصہ وصیت برابر ادا کرتے رہے۔اور اپریل 1941ء میں اپنی جائیداد یعنی خرید کردہ زمین کا وصیت کردہ حصہ بھی ادا کرکے اپنے اس فرض سے اپنی زندگی ہی میں سبکدوش ہوگئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک''۔

(حیاتِ امین مرتبہ قریشی عطاء الرحمٰن صاحب، ۔مطبوعہ 1953 صفحہ 49-51)

اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ جماعت احمدیہ کے احباب وخواتین نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی وصیت کی تحریک نو پر والہانہ لبیک کہہ کر ایک شاندار اور تاریخی نمونہ پیش کیا ہے۔جو احباب اور خواتین ابھی تک اس بابرکت تحریک میں شامل نہیں ہوسکے اور ابھی تک سوچ بچار میں پڑے ہوئے ہیں،خدا کرے کہ یہ ایمان افروز واقعہ ان کے لئے مہمیز کا کام دے اور اللہ تعالیٰ ان کو بلا تاخیر نظامِ وصیت میں شمولیت کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وصیت ہے اک آسمانی نظام
یہ جنّت کے پانے کا ہے انتظام
چلے آؤ اس کی طرف دوستو!
ندا دے رہا ہے امامِ ہمام
وصیت کرو ، تم وصیت کرو
ہر اک کو یہی اب نصیحت کرو

# میرا پہلا تبلیغی سفر اور برطانیہ کے چند ابتدائی مخلصین کا ذکر خیر

(بشیر احمد خان رفیق)

جامعۃ المبشرین کی درس گاہ سے شاہد کی ڈگری لے کر مَیں وکالت تبشیر میں حاضر ہوگیا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر تھے۔ وکالت تبشیر نے حسب معمول حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے خاکسار کی تعیناتی کے بارے میں استفسار کیا تو حضورؓ کی طرف سے جواب آیا کہ اسے انگلستان بھجوا دیا جائے۔ میری شادی کو صرف تین سال ہوئے تھے اور ایک بیٹا پیدا ہو چکا تھا۔ میرے والد صاحب مرحوم کی خواہش تھی کہ میری بیوی اور میرا بچہ ساتھ ہی جائیں لیکن اُن دنوں مبلغین کے ساتھ اکثر ان کے اہل وعیال نہیں بھجوائے جاتے تھے اور بعض مبلغین تو سالہا سال سے بغیر اہل وعیال کے غیر ممالک میں خدمت دین کر رہے تھے۔ سلسلہ کے مالی حالات بھی اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ مبلغین کے ساتھ ان کی فیملیاں بھی جائیں۔ یہ تو عمومی رنگ تھا۔ پہلی دفعہ میدان تبلیغ میں جانے والوں کے ساتھ ان کی بیویوں اور بچوں کے جانے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ مَیں نے یہ تمام باتیں والد صاحب کی خدمت میں عرض کر دیں۔ انہوں نے فرمایا کہ کوشش کرنے میں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ میں دعا کروں گا۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ میری دعاؤں کو قبول کرے گا اس لئے تم حضورؓ کی خدمت میں درخواست بھجوادو اور دعاؤں کے ذریعہ اپنی درخواست کی منظوری کی امید رکھو۔ چنانچہ میں نے درخواست بھجوا دی۔ نتیجہ وہی نکلا جس کا ڈر تھا۔ حضورؓ نے تحریر فرمایا کہ سلسلہ تمہاری فیملی تمہارے ساتھ بھجوانے کے اخراجات کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ میں نے والد صاحب کو اطلاع دی تو انہوں نے فرمایا کہ حضورؓ کی خدمت میں دوبارہ درخواست بھجوا کر عرض کرو کہ اگر حضورؓ میری فیملی کو ساتھ بھجوانے کی منظوری عطا فرما دیں تو اُن کے سفر کا خرچ مَیں خود ادا کروں گا اور سلسلہ سے کوئی مطالبہ نہیں کروں گا۔ میں نے یہ درخواست بھجوادی جو حضورؓ نے منظور فرمالی اور فرمایا کہ اخراجات سفر کے علاوہ انگلستان میں بھی اپنی فیملی کے اخراجات کے تم خود ذمہ دار ہوگے۔

جنوری 1959ء کے آغاز میں ربوہ سے روانہ ہونے سے ایک دن قبل حضورؓ نے ملاقات میں تفصیلی ہدایات لکھوائیں، دعائیں دیں اور وقتِ رخصت معانقہ کا شرف بھی بخشا۔

کراچی سے 23 جنوری 1959ء کو بحری جہاز میں روانگی ہوئی۔ ہمارا الگ نہایت آرام دہ کیبن تھا۔ کیبن میں ہی گرم سرد نلکوں کا انتظام بھی موجود تھا۔ کیبن میں ایک کھڑکی سے سارا وقت پانی نظر آتا تھا۔ ہم سامان کیبن میں رکھ کر عرشے پر آ گئے۔ جہاز آہستہ آہستہ کھلے سمندر کی طرف سرکنا شروع ہوا تو یہ نظارہ بے حد جذباتی اور رقت آمیز تھا۔ رخصت کرنے والوں اور رخصت ہونے والوں کی آنکھوں نے شدّت جذبات سے برسنا شروع کر دیا۔ بعض مسافر تو اونچی آواز میں رو رہے تھے اور ان کی ہچکیاں بندھ گئیں تھیں۔ خود میری حالت بھی غیر ہو رہی تھی اور ذہن میں ایک تلاطم برپا تھا کہ زندگی خدمت اسلام کیلئے وقف تو کر دی ہے لیکن کیا مَیں قربان گاہِ وقف پر اپنے جذبات، احساسات، عزت و مال و جان اور جو کچھ میرے پاس ہے، قربان بھی کرسکوں گا یا نہیں؟ ایک طرف اس عظیم کام کا خیال تھا جو بطور مبلغ اسلام میرے سپرد کیا جا رہا تھا تو دوسری طرف اپنی کم علمی، کم مائیگی اور روحانی کمزوریوں کا خیال آتا تو دل گھبراہٹ سے لرزنے لگتا تھا۔ غرض اس عجیب کیفیت میں طبیعت کو گداز کر دیا اور میری آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ گئیں اور میں نے اپنے مولا کے حضور دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے۔

میری بیوی سلیمہ بیگم بھی شدت جذبات سے نڈھال تھیں۔ سات سمندر پار کا یہ ہم دونوں کا پہلا سفر تھا۔ ہم دونوں کے والدین زندہ تھے جنہوں نے ہمیں آنسوؤں کے ساتھ رخصت کیا تھا۔ ان دنوں سات سمندر پار جانے والے جلد واپس نہ لَوٹتے تھے اور اکثر تو یورپ کے ہی ہو کر رہ جاتے تھے۔ اس لئے طبعاً جب لوگ سفر یورپ پر روانہ ہوتے تھے تو ان کے رشتہ داروں کا شدّت غم سے برا حال ہوتا تھا۔ مجھے بار بار اپنی ماں کا خیال آ رہا تھا، جو کمزور دل واقع ہوئی تھیں اور میرے ربوہ سے روانہ ہونے کے بعد وہ صدمہ سے بے ہوش ہو گئی تھیں، جسکی اطلاع مجھے کراچی میں مل چکی تھی۔ پھر مجھے اپنے والد محترم کی آخری بات یاد آئی جو انہوں نے فیصل آباد کے اسٹیشن پر مجھ سے کہی تھی۔ رخصت کے وقت گلوگیر آواز میں انہوں نے مجھ سے فرمایا تھا کہ تم نے اپنی مرضی سے وقف کیا ہے۔ کسی نے تمہیں اس کیلئے مجبور نہیں کیا تھا۔ اب جب تم نے خدا تعالیٰ سے عہد وقف کرلیا ہے تو اسے نبھانا پڑے گا اور عہد وقف سے اب کسی ابتلاء یا تکلیف کے وقت منہ موڑنا علاوہ روحانی ہلاکتوں کے پختون روایات کے بھی منافی ہوگا۔ اس لئے خدانخواستہ اگر تم نے اللہ سے اپنے رشتۂ وقف کو توڑا تو وہی دن تمہارا میرے ساتھ تعلق کا بھی آخری دن ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر تمہاری بیوی نے یوروپین تہذیب کے زیر اثر آ کر پردہ کو خیر آباد کہا ہے تو بھی تم دونوں سے میرا کوئی تعلق نہ ہوگا۔

کیبن میں کچھ دیر آرام کرنے کے بعد یہ اعلان ہوا کہ شام کے کھانے کیلئے سب مسافر ڈائننگ روم میں چلے جائیں۔ میں نے جا کر ڈائننگ روم کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ سب لوگوں کو mix کر کے میزوں پر بٹھایا جا رہا ہے۔ جہاز میں صرف میری بیوی باپردہ تھی۔ اکثریت یوروپین خواتین کی تھی یا پھر ایسی ایشین خواتین کی جو پردہ کو دقیانوسیت کا مظہر سمجھتی تھیں۔ میں بھی ایک میز پر جا بیٹھا اور اسٹوراٹ کو کہا کہ میری بیوی پردہ دار خاتون ہیں اس لئے کھانا اس کے کیبن میں پہنچا دیا جائے۔ اسٹوراٹ نے کہا کہ انہیں ڈائننگ روم سے باہر کھانا لے جانے کی اجازت نہیں ہے اس لئے وہ جہاز کے کیپٹن سے بات کر کے مجھے بتائیں گے۔ تھوڑی دیر میں اس نے مجھے کہا کہ کپتان صاحب تمہیں بلا رہے ہیں۔ کپتان صاحب بعض ساتھیوں کے جلو میں تشریف فرما تھے۔ مَیں بھی پاس بیٹھ گیا۔ گفتگو کا سلسلہ کچھ یوں چلا:

کپتان: آپ نے اپنی بیگم کو ڈائننگ روم میں لانے سے انکار کیا ہے کیونکہ وہ باپردہ

خاتون ہیں۔تم تو یورپ جا رہے ہو۔وہاں کیسے پردہ کراؤ گے؟

خاکسار: جناب میں تو یورپ جا ہی اس لئے رہا ہوں کہ وہاں کے لوگوں کو عورت کے اعلیٰ اور ارفع مقام سے روشناس کراؤں۔ پردہ تو عورت کی عزت اور عصمت کا محافظ ہے۔کیا یہ بات مناسب ہوگی کہ جس بات کا عزم لے کر میں یورپ جا رہا ہوں، خود پہلے ہی مرحلہ میں اس مقصد سے منہ موڑ لوں۔

کپتان: میری نظر میں تو عورت کو پردہ کی قید میں مقید کرنا تنگ نظری ہے اور کوئی بھی عورت اگر اسے اختیار دیا جائے تو پردہ کی قید میں جانے کو ہرگز تیار نہ ہوگی۔

خاکسار: جناب میری بیوی پڑھی لکھی ہے، سمجھدار ہے۔اس نے پوری بشاشت اور خوشی کے ساتھ پردہ میں رہنے کا عزم کیا ہے۔اس پر میری طرف سے کوئی دباؤ نہیں ہے۔جس کا ثبوت یہ ہے کہ اگر آپ چاہیں تو پردہ کی مناسبت سے خود ان سے بات کر کے پردہ کے بارہ میں ان کا نظریہ معلوم کر لیں۔

کپتان: خیر اگر آپ کا اصرار ہے تو کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ڈائننگ روم میں تم دونوں کیلئے الگ میز لگا دیا جائے اور تمہارے ساتھ کسی کو نہ بٹھایا جائے۔

خاکسار: یہ بہت مناسب بات ہوگی اور اس کیلئے میں آپ کا ممنون و مشکور ہونگا۔

.......

27 جنوری کو صبح 8 بجے عدن کا ساحل نظر آنے لگا۔ جہاز کے قریباً سبھی مسافر عرشہ پر جمع ہو گئے۔ چار دن بعد خشکی کا نظارہ دلفریب تھا۔ گیارہ بجے کے قریب جہاز عدن کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہو گیا۔ عدن کی بندرگاہ پر جہاز ساحل سے کچھ فاصلہ پر لنگر انداز ہوتے ہیں اور پھر کشتیوں کے ذریعہ مسافروں کو ساحل پر لے جایا جاتا ہے۔کیپٹن صاحب نے اعلان کر دیا کہ مسافر سیاحت کی غرض سے عدن جا سکتے ہیں۔لیکن شام 7 بجے تک واپس آ جائیں۔

عدن کے ساتھ جماعتی تاریخ کا بھی ایک تعلق ہے اور وہ یہ کہ مہاراجہ دلیپ سنگھ جب ہندوستان آ رہے تھے تو انہیں عدن سے واپس انگلستان بلا لیا گیا تھا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ انگریزوں نے جب سکھ حکومت پر فتح حاصل کر لی تو نوجوان شہزادہ مہاراجہ دلیپ سنگھ جی کو انگلستان بھجوا دیا تھا تا کہ سکھ قوم آواز نہ اٹھا سکے اور ان کی لیڈرشپ ختم ہو جائے۔مہاراجہ دلیپ سنگھ جی لندن پہنچے اور انہیں کچھ عرصہ گلفورڈ اور لندن میں ٹھہرایا گیا۔لندن کا خوبصورت ہوٹل Kenzaro Hotel مہاراجہ کی ملکیت رہا ہے۔مہاراجہ اور ملکہ وکٹوریہ کے تعلقات آپس میں خوشگوار رہے ہیں۔ایک دفعہ مہاراجہ نے ملکہ وکٹوریہ سے کوہ نور ہیرا دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ ملکہ اٹھ کر اپنے کمرہ سے ہیرا اٹھا لائیں۔مہاراجہ نے ہیرا اپنی ہتھیلی پر رکھ لیا اور روشنی میں دیکھنے کیلئے بالکنی میں جا کر کھڑے ہو گئے۔ملکہ کو ڈر پیدا ہوا کہ کہیں مہاراجہ ہیرا گرا نہ دیں۔مہاراجہ دلیپ سنگھ جی، جو کہ ایک زیرک انسان تھے، نے ملکہ کے خوف کو فوراً بھانپ لیا اور ملکہ کے پاس آ کر کہا:

"Madam! The rightfull owner of this diamond would like to present it to you."

ملکہ نے ہیرا واپس لے لیا اور مہاراجہ دلیپ سنگھ جی کی حس مزاح کی داد دی۔

مہاراجہ دلیپ سنگھ جی کی بہت خواہش تھی کہ وہ ایک دفعہ پنجاب جائیں جس کے لئے انہوں نے حکومت برطانیہ کو متعدد بار کہا۔ بالآخر حکومت نے انہیں پنجاب جانے کی اجازت دیدی۔جب مہاراجہ دلیپ سنگھ جی ہندوستان جانے کیلئے بحری جہاز پر سوار ہوئے تو ہندوستانی اخبارات میں کثرت سے اس کی خبریں شائع ہوئیں اور بڑی شدّت اور گرمجوشی سے مہاراجہ دلیپ سنگھ جی کی پنجاب آمد کا انتظار کیا جانے لگا۔ پنجاب بھر میں تقاریب کے انعقاد کے پروگرام بنائے گئے۔ایسے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ مہاراجہ دلیپ سنگھ جی ہندوستان نہیں آ سکیں گے۔حضورؑ نے نہ صرف اپنے دوستوں کو اس کی اطلاع دی بلکہ ایک اشتہار میں بھی اس کا ذکر فرمایا۔ادھر مہاراجہ دلیپ سنگھ جی کا جہاز عدن میں لنگر انداز ہوا تو ادھر حکومت برطانیہ نے اس ڈر سے کہ مہاراجہ کے پنجاب واپس پہنچنے پر ان کی تاجپوشی کی تحریک زور پکڑ لے گی، مہاراجہ کو عدن سے ہی واپس بلا لینے کے احکامات جاری کر دئے۔ایسا ہی ہوا اور خدا کی بات پوری ہوئی۔

ربوہ سے رخصت ہونے سے قبل میں نے اپنے دوست محمود شبوطی کے ذریعہ ان کے والد محترم عبداللہ شبوطی صاحب کو اطلاع بھجوا دی تھی۔عبداللہ شبوطی صاحب عدن کے نہایت مخلص اور فدائی احمدی تھے۔قبولِ احمدیت کے بعد انہیں بے شمار مصائب اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑا لیکن ان کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔ جہاز لنگر انداز ہوا تو وہ جہاز پر آئے اور مجھے بہت اخلاص اور محبت سے خوش آمدید کہا اور دعوت دی کہ میں ان کے ساتھ عدن کی سیر کروں اور پھر شام کو جماعت عدن کی طرف سے دئے گئے استقبالیہ میں شرکت کی دعوت دی۔ چنانچہ ہم وہاں سے موٹر کار میں بیٹھ کر جناب ڈاکٹر محمد احمد عدنی صاحب کی دوکان پر گئے۔ ڈاکٹر صاحب ہندوستانی نژاد مخلص احمدی تھے اور ان کے دو بیٹے قادیان میں میرے کلاس فیلو رہ چکے تھے۔دوپہر کے کھانے تک احباب جماعت سے تبادلۂ خیالات ہوتا رہا۔بعد نماز ظہر عدن کی سیر کو نکلے۔عدن شہر ماڈرن طرز پر بنا ہوا ہے۔دورویہ خوبصورت سڑکیں اور بلند بالا مکانات بہت دیدہ زیب منظر پیش کرتے ہیں۔

جناب عبداللہ صاحب کی فدائیت، اخلاص اور خلافت سے مضبوط تعلق نے دل پر ایک انمٹ نقش چھوڑا۔شام کو جہاز پر واپس پہنچے اور جہاز اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔

31 جنوری کو صبح جہاز نہر سویز میں داخل ہو گیا۔ساحل سے بالکل ملحق سویز کا شہر ہے۔نہر کے دونوں کناروں پر چھوٹے چھوٹے گاؤں آباد ہیں۔لوگ عام طور پر زراعت پیشہ ہیں۔ نہر کے دونوں طرف مناظر دلکش تھے۔ 11 بجے جہاز Great Bitter Lake میں داخل ہوا۔اس جھیل میں پندرہ بیس جہاز کھڑے تھے۔اس قسم کی اس نہر میں تین چار بڑی بڑی جھیلیں ہیں۔جس میں دونوں طرف سے جہاز آ کر رکتے ہیں تا کہ جہازوں کی آمد و رفت میں دقت نہ ہو اور ٹریفک کا نظام خوش اسلوبی سے جاری رہے۔نہر میں جہازوں کی رفتار 5.5 میل فی گھنٹہ سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔نہر کے اندر جہاز کا کنٹرول مصری پائلٹ سنبھال لیتے ہیں۔ ہر بڑے جہاز کو نہر سے گزارنے کیلئے 3 ہزار پاؤنڈ حکومتِ مصر کو ادا کرنے پڑتے تھے۔ یہ نہر Red Sea اور Medteraneon Sea کو آپس میں ملاتی ہے۔118 فٹ چوڑی، 30 فٹ گہری اور 101 میل لمبی ہے اور سویز سے شروع ہو کر پورٹ سعید پر ختم ہوتی ہے۔

رات ایک بجے جہاز پورٹ سعید پہنچا۔صبح اعلان ہوا کہ جو لوگ شہر دیکھنے کے خواہشمند ہوں وہ جا سکتے ہیں لیکن جیب کتروں اور ٹھگوں سے محتاط رہیں۔ یہ بات میرے لئے بہت صدمہ کا باعث تھی کہ ایک مسلمان ملک میں وارد ہوئے ہیں جس

کی عمومی شہرت اتنی خراب ہے۔ہم نے ایک موٹر دس شلنگ کرایہ میں حاصل کی جس نے سارے شہر کی سیر کرائی۔ پورٹ سعید کی خوبصورت ترین مسجد جو عبدالرحمٰن نامی ایک رئیس نے تعمیر کرائی ہے، وہ بھی دیکھی۔ مسجد کی تزئین اور آرائش، ترکی کے بنے ہوئے قالین اور وینس کی روشنیوں کے بجلی کے قمقمے دل آویز اور دلکش ہیں۔ بازاروں میں تجارتی ایمانداری اور سچائی کا فقدان نظر آیا۔ٹورسٹ کو قیمتیں دس دس گُنا زیادہ بتائی جاتی ہیں۔

3فروری کو جہاز پورٹ سعید سے جبرالٹر کے لئے روانہ ہوا لیکن دورانِ سفر جہاز کو حکومت برطانیہ کی طرف سے حکم موصول ہوا کہ سائپرس سے کچھ برطانوی سپاہیوں کو اٹھایا جائے۔ چنانچہ جہاز نے اپنا مخصوص رُوٹ تبدیل کرلیا اور ایک دن کے بعد قبرص کے Limasol نامی بندرگاہ میں لنگر انداز ہوگیا۔ یہاں کشتیوں میں سوار بہت سارے لوگ جہاز کی طرف آئے اور شراب بہت ہی کم داموں میں فروخت کرنی شروع کی۔ یورپین لوگوں کا تانتا بندھ گیا اور دھڑا دھڑ شراب کی بوتلیں بکنے لگیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہاں شراب کشید کی جاتی ہے اور بے حد سستے داموں میں فروخت کی جاتی ہے۔ بعض لوگوں نے ایک ڈبیہ سگریٹ کے عوض شراب کی بوتل خریدی۔ یہاں اُترنے کی اجازت تو نہ دی گئی لیکن عرشہ سے شہر کا بہت خوبصورت منظر نظر آتا تھا۔ سبزہ سے ڈھکی ہوئی پہاڑیوں کا منظر بے حد دلربا تھا۔ 7فروری کو جہاز جبرالٹر کی بندرگاہ میں لنگر انداز ہوگیا۔

جبرالٹر میرے لئے ایک جذباتی شہر تھا۔ اندلس کی تاریخ پر بے شمار کتابیں پڑھ چکا تھا۔ جبرالٹر اندلس میں مسلمانوں کی فتح کا نقطۂ آغاز تھا۔ میں اکثر تصوّر ہی تصوّر میں جبرالٹر کی سیر کرتا رہا تھا۔ آج اصل جبرالٹر میرے سامنے تھا تو قدرتاً دل کی عجیب کیفیت ہو رہی تھی۔ جبرالٹر اصل میں جبل الطارق کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ یہ ایک چٹان ہے جہاں سے اسپین نظر آتا ہے۔ جنرل طارق نے اس پر کھڑے ہوکر ہسپانیہ کا پہلا منظر دیکھا تھا اور اپنی کشتیاں یہ کہہ کر جلا ڈالی تھیں کہ اب واپسی کا کوئی سوال نہیں، ہم یا تو اسپین فتح کریں گے یا اپنی جانیں دے دیں گے۔

جبرالٹر میں جہاز لنگر انداز ہوا تو دیر تک میں جنرل طارق کیلئے دعا کرتا رہا اور بارگاہ الٰہی میں یہ عرض کی کہ یا خدا ایک بار پھر اپنے مسیح کے غلاموں کے ذریعہ اسلام کی عظمت رفتہ کو اس ملک میں واپس لے آ۔ یہاں مسافروں کو شہر میں جانے کی اجازت مل گئی تو ہم بھی اترے اور اس جگہ پر کھڑے ہوکر دعا کی جہاں کھڑے ہوکر جنرل طارق نے ہسپانیہ کی فتح کا جائزہ لیا تھا۔ اس جگہ پر انگریزی زبان میں کتبہ لکھا ہوا تھا اور جہاں جنرل طارق کھڑے تھے، اس جگہ کی نشان دہی کی گئی تھی۔

جبرالٹر کی چٹانوں میں کثرت سے بندر ہیں جن کی برطانوی حکومت کی طرف سے نگہداشت کی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ یہ مشہور ہے کہ جس دن یہ بندر اس چٹان کو چھوڑ کر چلے گئے اسی دن برطانوی حکومت کی بھی جبرالٹر سے صف لپیٹ دی جائے گی۔ عجیب بات ہے کہ انگریز قوم، جس نے سائنس اور مادیت میں اس قدر ترقی حاصل کی ہے، اس قدر توہم پرست واقع ہوئی ہے۔

18فروری 1959ء کی صبح جہاز لِورپول (انگلستان) کی بندرگاہ میں لنگر انداز ہوا تو ہمارا سفر اختتام پذیر ہوگیا۔ گیارہ بجے تک جہاز سے بوجہ سخت دھند اور کہر کے نکلنا ممکن نہ ہوسکا۔ دھند چھٹ گئی تو ہم ساحل پر آئے جہاں لندن کیلئے ریل تیار کھڑی تھی۔ ٹرین کی صفائی قابل دید تھی۔ لورپول سے لندن کا سفر چھ گھنٹوں میں طے ہوا۔ سارا انگلستان کرۂ زمہریر بنا ہوا تھا۔ گاڑی سے باہر جہاں تک نظر جاتی تھی، برف ہی برف نظر آتی تھی۔ یوں لگتا تھا کہ قدرت نے زمین پر براق سفید چادر تان رکھی ہے۔ ٹرین البتہ خوب گرم تھی۔

لِورپول بندرگاہ ہونے کے لحاظ سے گہما گہمی کا شہر ہے۔ 1890ء کے لگ بھگ یہاں ایک انگریز نے اسلام قبول کیا تھا اور اپنا اسلامی نام عبداللہ رکھا تھا۔ اس کا انگریزی Surname ''کوئیلم'' تھا، اس لئے عبداللہ کوئیلم کے نام سے مشہور ہوا۔ اس نے ایک اسلامی جریدہ بھی جاری کر رکھا تھا اور اس کے ذریعہ پندرہ بیس انگریز مرد و خواتین مسلمان بھی ہو چکے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اس کا ذکر اپنی تحریرات اور ملفوظات میں فرمایا ہے۔ عبداللہ کی وفات کے بعد یہ مشن بھی ختم ہوگیا۔ اب تو کوئی اس کو جانتا بھی نہیں۔

شام چھ بجے یوسٹن اسٹیشن پر پہنچے۔ اُترتے وقت کسی نے پاسپورٹ چیک نہ کیا۔ ایک افسر کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ مسافر اُسے دور ہی سے پاسپورٹ دکھاتے اور آگے چل دیتے۔ ہمارے پاسپورٹ پر کوئی سٹیمپ بھی نہ لگائی گئی۔ پلیٹ فارم پر مکرم مولود احمد خان صاحب امام مسجد فضل لندن اور چند دیگر دوست موجود تھے۔

ہم اسٹیشن سے مشن ہاؤس کی عمارت پہنچے جو 63 میلروز روڈ کہلاتی تھی۔ یہ تین منزلہ عمارت تھی اور امام صاحب کی رہائش کے علاوہ اس کا گراؤنڈ فلور بطور مشن ہاؤس استعمال ہوتا تھا۔ ساتھ ہی دوسری بلڈنگ 61 میلروز روڈ تھی۔ یہ بھی جماعت کی ملکیت تھی۔ 1955ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے برطانیہ کا دورہ کیا تو اسی بلڈنگ میں قیام فرمایا تھا۔ مجھے بھی اسی بلڈنگ کی چوتھی منزل پر دو کمروں پر مشتمل فلیٹ میں ٹھہرایا گیا۔ رات یخ بستہ تھی۔ اُن دنوں سینٹرل ہیٹنگ کا زیادہ رواج نہیں تھا۔ عام طور پر گھروں میں کوئلہ کی انگیٹھیاں یا تیل کے ہیٹرز استعمال ہوتے تھے۔ اس فلیٹ میں یہ دونوں سہولتیں موجود نہ تھیں۔ ہم رضائیاں ساتھ لے کر آئے تھے لیکن باوجود اس کے شدید سردی تھی۔ رات آنکھوں میں کٹی۔ صبح ناشتہ کرنے کے بعد ہم امام صاحب کے پاس گئے۔ انہوں نے پوچھا رات کیسے کٹی؟ میں نے عرض کیا اتنی شدید سرد رات تو میں نے زندگی میں پہلے کبھی نہیں کاٹی۔ خیر دوپہر کو مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے ایک آئل ہیٹر لا کر دیا۔ یہ جل اٹھا تو کمرہ میں گرمی آ گئی اور ہماری بھی جان میں جان آئی۔

دو چار دن کے بعد امام صاحب نے مجھے دو صد احباب کی فہرست دی اور کہا کہ تم ان احباب سے رابطہ کرکے ان کے پتہ جات درست کرو۔ میں نے کئی دنوں کی تگ و دو کے بعد جن احباب کو Trace کیا ان کی تعداد 149 نکلی۔ گویا کہ 1959ء میں یہ تھی سارے برطانیہ میں احمدیوں کی تعداد۔ جماعت ان دنوں زیادہ تر نوجوانوں پر مشتمل تھی۔ ساری جماعت میں مولوی عبدالرحمٰن صاحب، چوہدری محمد اشرف صاحب اور مولوی عبدالکریم صاحب کے سوا کسی کے پاس موٹر کار کی سہولت نہ تھی۔ انہیں جب بھی جماعتی ضرورت کے پیش نظر بلایا گیا یہ بلا تاخیر کاریں لے کر حاضر ہوگئے اور اکثر پٹرول بھی اپنا خرچ کرتے تھے۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب 1948ء میں بطور تجارتی مبلغ انگلستان بھجوائے گئے تھے۔ بعد میں یہ وقف سے فارغ ہوکر انگلستان میں بس گئے تھے۔ نہایت مخلص، فدائی اور خدمت

گزار انسان تھے۔ چوہدری محمد اشرف صاحب بھی ایک زمانہ سے انگلستان میں مقیم تھے۔ نہایت مخلص، خادم دین اور مہمان نواز انسان تھے۔ ان کی بیگم مسز اشرف بعد میں انگلستان لجنہ اماء اللہ کی صدر بھی رہیں۔ ان میں مہمان نوازی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ گھر میں مہمان نوازی کے علاوہ اکثر میٹنگز کے مواقع پر اپنے گھر سے انواع واقسام کی مٹھائیاں وغیرہ لایا کرتے تھے۔ ان کی کار کو احمدی احباب اس کثرت کے ساتھ اپنی ذاتی ضروریات کیلئے استعمال کیا کرتے تھے کہ ان کی کار کا نام ہی مشن کی مفت ٹیکسی پڑ گیا تھا۔ اصرار کے باوجود کبھی معاوضہ میں پٹرول وغیرہ قبول نہ کرتے تھے۔ مجھے ان کے ساتھ لندن سے سوسو میل باہر جانے کا اتفاق ہوا۔ بڑی خوشی سے بلکہ فخر سے لے کر جاتے اور باوجود میرے اصرار کے کبھی پٹرول کی قیمت نہ لیتے تھے۔ مولوی عبدالکریم صاحب واقف زندگی تھے۔ افریقہ میں لمبے عرصہ تک جماعت کی خدمت کی توفیق پانے کے بعد ذاتی مجبوریوں کی وجہ سے وقف سے فارغ ہو کر لندن میں بس گئے۔ یہاں اپنی محنت مزدوری کے علاوہ عملاً وہ مشن کے ہی ایک کارکن کی طرح رہتے تھے اور جب بھی خدمت کیلئے بلایا جاتا، فوراً لبیک کہتے تھے۔ ان کی موٹر بھی مشن کیلئے گویا وقف تھی۔ انہیں مختلف عہدوں پر جماعتی کاموں کی توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی مغفرت فرمائے۔

سید اقبال شاہ صاحب ایسٹ افریقہ سے نقل مکانی کر کے لندن میں آباد ہو گئے تھے۔ ایک فرشتہ سیرت انسان تھے۔ روزانہ بلاناغہ مسجد تشریف لا کر مسجد کے فنانس کے کام بڑی خوش دلی سے کیا کرتے تھے۔ تقویٰ اور اعلیٰ اخلاق اور حسن سلوک کے شاہکار تھے۔ نہایت دعا گو اور منکسر المزاج انسان تھے۔ ان کے دو فرزند محترم ڈاکٹر ولی احمد شاہ صاحب اور مکرم منصور احمد شاہ صاحب اپنے بزرگ والد کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔

ایسٹ افریقہ کے ایک اَور بزرگ دوست چوہدری عبدالرحمٰن صاحب تھے۔ آپ یوگنڈا میں پڑھاتے تھے۔ انگلستان آئے تو ایک سکول میں ملازمت اختیار کی اور دن رات جماعت کی خدمت میں لگ گئے۔ میں نے 1960ء میں رسالہ ''مسلم ہیرالڈ'' جاری کیا تو چوہدری صاحب کو اپنے ساتھ بطور جائنٹ ایڈیٹر مقرر کیا۔ پھر یہ جماعت کے جنرل سیکرٹری کے عہدہ پر فائز ہوئے اور زندگی کے آخری دن تک گویا جماعت کیلئے وقف رہے۔ ایسٹ افریقہ کے ہی ایک بزرگ محترم محمد اکرم خان صاحب غوری تھے جو انگلستان تشریف لا کر مسجد کے قریب ہی بس گئے تھے۔ روزانہ صبح مشن ہاؤس تشریف لاتے اور سارا دن خدمت میں لگے رہتے۔

ماریشس کے ایک دوست عبدالرحیم صاحب ہوا کرتے تھے۔ نہایت خاموش طبع لیکن بے حد خوش خلق، مہمان نواز اور خدمت گزار انسان تھے۔ مشن کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے۔ لمبا عرصہ غیر شادی شدہ رہے۔ اس لئے کھانا پکانے کا فن خوب جانتے تھے اور مسجد میں عیدوں اور دیگر دعوتوں کے مواقع پر اعلیٰ کھانا بنایا کرتے تھے۔ محترم بشیر احمد صاحب باجوہ مرحوم اور محترم داؤد احمد صاحب گلزار مرحوم بھی اس وقت کے نہایت مخلص دوستوں میں سے تھے۔

**(باقی آئندہ)**

بقیہ از صفحہ 24: **رپورٹ سالانہ اجتماع انصاراللہ برطانیہ**

اجتماع سے تھا۔

اس کے بعد علمی اور ورزشی مقابلہ جات میں اوّل انعامات کے علاوہ مجالس کی سطح پر عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والوں میں انعامات تقسیم کئے گئے۔ نیز مختلف شعبہ جات میں مجالس کی کارکردگی کے حوالہ سے بھی انعامات دیئے گئے۔

شعبہ تبلیغ میں بہترین ریجن فضل اور بہترین مجلس Mosque قرار پائی۔ شعبہ مال میں چار ریجنز (نُور، فضل، مسرور اور ساؤتھ ویسٹ) اور تین مجالس (بالہم، بیت الفتوح ساؤتھ اور سوانزی) کو انعامات دیئے گئے۔ چیریٹی کی رقوم جمع کرنے میں ایسٹ اور ساؤتھ ویسٹ ریجنز نیز وانڈزورتھ اور لورپُول کی مجالس انعامات کی حقدار قرار پائیں۔ شعبہ ایثار میں بہترین مجلس بالہم قرار پائی۔ جبکہ چیریٹی جمع کرنے پر انفرادی انعامات مکرم احمد شریف رندھاوا صاحب، مکرم رفیق احمد حیات صاحب اور مکرم سلطان احمد لون صاحب نے حاصل کئے۔ امسال سالانہ اجتماع میں حاضری کے حوالہ سے فضل اور بیت الفتوح ریجنز جبکہ ٹالورتھ اور سکاٹ لینڈ کی مجالس کو انعامات کا حقدار قرار دیا گیا۔ نیز نمایاں کارکردی پیش کرنے والی مجالس کارڈف اور چیم کے زعماء کو بھی انعامات سے نوازا گیا۔

علم انعامی کے مقابلہ میں مجموعی کارکردگی کی بنیاد پر بڑے ریجنز میں اوّل نُور، دوم ساؤتھ اور سوم نارتھ ویسٹ ریجن رہا۔ جبکہ چھوٹے ریجنز میں سکاٹ لینڈ اوّل قرار پایا۔ اسی طرح مجموعی کارگزاری کی بنیاد پر چھوٹی مجالس میں اوّل لورپول، دوم براملے اینڈ لیوشم اور سوم مجلس سوانزی قرار پائی۔ جبکہ بڑی مجالس میں سوم مجلس نار بری، دوم مجلس ٹوٹنگ اور مجلس مچم (Mitcham) اوّل آ کر علم انعامی کی حقدار قرار پائی۔ اللہ تعالیٰ یہ اعزازات بابرکت فرمائے۔

آخر میں مکرم امیر صاحب نے انصار سے مخاطب ہوتے ہوئے مختلف نصائح کیں اور حالاتِ حاضرہ سے ہم آہنگ رہتے ہوئے اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی طرف تفصیل سے توجہ دلائی۔

دعا کے ساتھ، جو مکرم امیر صاحب نے کروائی، یہ اجلاس اور امسال کا سالانہ اجتماع بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کے شاملین اور کارکنان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبہ جمعہ کی روشنی میں اس اجتماع کے بہترین نتائج انصار کی زندگیوں میں ظاہر فرمائے۔ آمین

---

## دعوت الی اللہ کے فوائد

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ ارشاد فرماتے ہیں:

''میرا ایک دوست تھا۔ اس میں بہت سے عیوب تھے۔ مَیں نے اس سے کہا کہ تم لوگوں کو وعظ کیا کرو۔ اس نے اس پر عمل کیا اور اس کے بہت سے عیوب خود ہی کم ہو گئے''۔

# سالانہ اجتماع مجلس انصاراللہ برطانیہ 2017ء کا بابرکت انعقاد

(رپورٹ: عبادہ عبداللطیف)

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ مجلس انصاراللہ برطانیہ ترقیات کی جن نئی راہوں پر قدم مارتے ہوئے اپنے امام کی براہ راست راہنمائی میں خدا تعالیٰ کے افضال کا مشاہدہ کر رہی ہے، اس کا ایک خوبصورت اور جامع اظہار اِس طرح سے بھی ہوا کہ مجلس نے اپنا 35واں سالانہ اجتماع نہایت کامیابی اور کامرانی کے ساتھ لندن کے شمال میں واقع ایک نئے مقام Lee Valley Leisure Complex میں بتاریخ 29و30 ستمبر اور یکم اکتوبر 2017ء کو منعقد کرنے کی توفیق پائی۔ نیز اس اجتماع میں شامل ہونے والوں کی سعادت یہ بھی تھی کہ سیّدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 29 ستمبر میں اجتماع کے حوالہ سے انصار کو نہایت قیمتی نصائح ارشاد فرمائیں۔

## حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی پیغام

اپنے خطبہ جمعہ میں حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ آج سے مجلس انصاراللہ یوکے (UK) کا سالانہ اجتماع شروع ہو رہا ہے۔ اور انصار کو اپنی عمر کے لحاظ سے جس چیز کو اپنی زندگی میں سب سے زیادہ اہمیت دینی چاہئے وہ نماز کی ادائیگی ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں تفصیل سے نماز کی اہمیت، روحانی برکات اور دیگر ایسے امور بیان فرمائے جن کی طرف عام طور پر توجہ نہیں دی جاتی اور اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ نماز ایک رسم کے طور پر رہ گئی ہے جس کی روح عموماً مفقود نظر آتی ہے۔

ہم انصار کے لئے پیارے آقا ایدہ اللہ کے اس خصوصی پیغام کا کچھ حصہ حضور انور ایدہ اللہ کے ہی مبارک الفاظ میں ہی ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ارشاد فرمایا:

''آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجلس انصاراللہ یوکے کا سالانہ اجتماع شروع ہو رہا ہے۔ اس حوالے سے میں انصار کو ایک انتہائی اہم اور بنیادی چیز کی طرف توجہ دلانی چاہتا ہوں اور وہ ہے نماز۔ نماز ہر مومن پر فرض ہے لیکن چالیس سال کی عمر کے بعد جبکہ یہ احساس پہلے سے بڑھ کر پیدا ہونا چاہئے کہ میری عمر کے ہر دن کے بڑھنے سے میری زندگی کے دن کم ہو رہے ہیں ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور نماز کی طرف زیادہ توجہ پیدا ہونی چاہئے کہ وقت تیزی سے آ رہا ہے جب میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونا ہے اور وہاں ہمارے ہر عمل کا حساب کتاب ہونا ہے۔ پس ایسی حالت میں ایک مومن کی، ہر اس شخص کی جس کو مرنے کے بعد کی زندگی اور یوم آخرت پر ایمان ہے، فکر ہونی چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بھی حق ادا کرنے والے ہوں اور اس کے بندوں کے بھی حقوق ادا کرنے والے ہوں اور ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں جب اپنی کوشش کے مطابق یہ حقوق ادا کر رہے ہوں۔

نماز کے پڑھنے کی طرف جب بھی اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے تو اس طرف توجہ دلائی کہ نماز میں باقاعدگی بھی ہو، تمام نمازیں وقت پر ادا ہوں اور باجماعت ادا ہوں۔ نماز کے قائم کرنے کا حکم ہے اور نماز کے قائم کرنے کا مطلب ہی نماز کو وقت پر اور باجماعت ادا کرنا ہے۔ لیکن دیکھنے میں آیا ہے، انصاراللہ والے بھی اپنی رپورٹوں سے جائزہ لیتے ہوں گے اور جائزہ لینا چاہئے کہ باوجود اس کے کہ انصار کی عمر ایک پختہ اور سنجیدگی کی عمر ہے نماز باجماعت کی طرف اس طرح توجہ نہیں ہے جو ہونی چاہئے۔ پس انصاراللہ کو خاص طور پر سب سے زیادہ اس بات کی طرف توجہ دینی چاہئے کہ ان کا ہر ممبر نماز باجماعت کا عادی ہو بلکہ ہر ناصر کو خود اپنا جائزہ لینا چاہئے اور کوشش کرنی چاہئے کہ وہ نماز باجماعت کے عادی ہوں۔ سوائے بیماری اور معذوری کی صورت کے نماز باجماعت ادا کرنے کی انتہائی کوشش کرنی چاہئے۔ اگر قریب کوئی مسجد اور نماز سینٹر نہیں ہے تو علاقے کے کچھ لوگ کسی گھر میں جمع ہو کر نماز باجماعت پڑھ سکتے ہیں۔ اگر یہ سہولت بھی نہیں تو گھر کے افراد مل کر نماز باجماعت پڑھیں۔ اس سے بچوں کو بھی، نوجوانوں کو بھی نماز اور باجماعت نماز کی اہمیت کا احساس ہوگا۔

پس انصاراللہ حقیقی رنگ میں انصاراللہ تبھی بن سکتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم کرنے اور اس پر عمل کرنے اور کروانے میں اپنا کردار ادا کریں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی عبادت جو انسان کی پیدائش کا مقصد ہے اس پر عمل نہیں کر رہے اور جن کے نگران بنائے گئے ہیں ان سے عمل نہیں کروا رہے یا عمل کروانے کی کوشش نہیں کر رہے، اپنے نمونے پیش نہیں کر رہے تو صرف نام کے انصاراللہ ہیں۔ آج تلواروں اور تیروں کی جنگ نہیں ہو رہی جہاں مددگاروں کی ضرورت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو فرمایا ہے کہ ہمارا غالب آنے کا ہتھیار دعا ہے۔ پس انصاراللہ بننے کے لئے اس دعا کے ہتھیار کو استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق اس ہتھیار کو استعمال کیا جائے اور جب یہ ہوگا تبھی ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کا بھی صحیح حق ادا کرنے والے ہوں گے۔ ورنہ آپ نے بار بار یہی فرمایا ہے کہ اگر میری باتوں کو نہیں ماننا اور اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا نہیں کرنی، اپنی عبادتوں کے حق ادا نہیں کرنے تو پھر میری بیعت میں آنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

پس ہر ناصر کو خاص طور پر اپنے جائزے لینے چاہئیں کہ کس حد تک وہ نماز کے پابند ہیں۔ کس حد تک وہ اپنا نمونہ اپنے بچوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ ان کی نمازوں کی حالت اور کیفیت کیا ہے۔ کیا صرف ایک فرض اور بوجھ سمجھ کر نمازیں ادا ہو رہی ہیں یا حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے ہم یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز کی اہمیت، اس کی فرضیت، اس کی حکمت، اس کو پڑھنے کا طریق، اس کا مقصد، اس کا فلسفہ اور اوقات کا فلسفہ، غرض اس موضوع پر مختلف پیرائے میں بار بار مختلف موقعوں پر اور جگہوں پر توجہ دلائی ہے۔...... نمازوں کو باقاعدگی سے اور باالالتزام پڑھنے کے بارے میں نصیحت فرماتے ہوئے ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجلس میں فرمایا کہ: نمازوں کو باقاعدہ التزام سے پڑھو۔ فرمایا کہ بعض لوگ صرف ایک ہی وقت کی نماز پڑھ لیتے ہیں۔ وہ یاد رکھیں کہ نمازیں معاف نہیں ہوتیں یہاں تک کہ پیغمبروں تک کو معاف نہیں ہوئیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک نئی جماعت آئی۔ انہوں نے نماز کی معافی چاہی۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ جس مذہب میں عمل نہیں وہ مذہب کچھ نہیں۔ اس لئے اس بات کو خوب یاد رکھو اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق اپنے عمل کر لو۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نشانوں میں سے ایک یہ بھی نشان ہے کہ آسمان اور زمین اس کے امر سے قائم رہ سکتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو تو تبھی زمین و آسمان قائم ہیں ورنہ نہیں۔ فرمایا کہ بعض دفعہ وہ لوگ جن کی طبائع طبعیات کی طرف مائل ہیں کہا کرتے ہیں کہ نیچری مذہب قابلِ اتباع ہے کیونکہ اگر حفظ صحت کے اصولوں پر عمل نہ کیا جائے تو تقویٰ اور طہارت سے کیا فائدہ ہوگا؟ (اپنے اپنے فلسفے لوگوں نے گھڑے ہوئے ہیں۔) آپ فرماتے ہیں کہ سو واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کے نشانوں میں سے یہ بھی ایک نشان ہے کہ بعض وقت ادویات بیکار رہ جاتی ہیں اور حفظ صحت کے اسباب بھی کسی کام نہیں آسکتے۔ نہ دوا کام آسکتی ہے، نہ طبیبِ حاذق۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ کا امر ہو تو الٹا سیدھا ہو جایا کرتا ہے۔

پس اس کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کیا جائے اور اس کے لئے بہترین ذریعہ اس کی عبادت اور عبادتوں میں نماز کی ادائیگی ہے۔......''

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالہ سے نماز کی حقیقت اور اہمیت، انسان کو اس کی ضرورت، نماز کی کیفیت، حقیقی نماز کیسی ہونی چاہئے؟، نماز میں لذّت نہ آنے کی وجہ اور اس کا علاج، نماز کی روح اور مقصد کو حاصل کرنے کی کس طرح کوشش کرنی چاہئے؟ نماز میں وساوس پیدا ہونے کی وجہ، نماز کی حفاظت کیوں کی جائے اور نماز کیوں پڑھی جائے؟ کیا اللہ تعالیٰ کو ہماری نمازوں کی ضرورت ہے؟ وغیرہ کی پُرلطف تشریح فرمائی۔ نیز فرمایا کہ ''فرائض نمازوں کے ساتھ تہجد کی تاکید بھی آپؑ نے فرمائی اور انصار اللہ کو تو خاص طور پر اس کا بھی التزام کرنا چاہئے۔...... اللہ تعالیٰ ان کا اجتماع کامیاب کرے اور ہمیں حقیقی عابد بنائے۔''

امر واقعہ یہی ہے کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا خطبہ جمعہ کے ساتھ ہی امسال منعقد ہونے والے مجلس انصار اللہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع کا روایتی افتتاح بھی عمل میں آگیا۔

حضور انور کا بلاشبہ یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اپنی انتہائی مصروفیات کے باوجود بھی اپنے غلاموں کے لئے اپنی شفقت کا انتہائی محبت سے اظہار فرمایا۔ جَزَاھُمُ اللّٰہ اَحْسَنَ الْجَزَاء۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور انور کی نصائح پر عمل کرنے اور حقیقی معانی میں انصار اللہ بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

## سالانہ اجتماع کے مختصر کوائف

امسال مقام اجتماع بنیادی طور پر ایک انٹرنیشنل سپورٹس سینٹر تھا جو ایک بہت بڑے ہال کے علاوہ بھی اتھلیٹکس کے مختلف کھیلوں کے لئے تیار کئے جانے والے ایک وسیع رقبہ پر مشتمل تھا۔ پارکنگ بھی وسیع و عریض تھی اور ساری جگہ پختہ ہونے کے سبب (موسم کی خرابی اور بارش ہو جانے کے باوجود) شاملینِ اجتماع کو کوئی خاص تکلیف نہیں اٹھانی پڑی نیز انتظامیہ کے لئے سہولت کے ساتھ متعلقہ امور کی ادائیگی نہایت سہل رہی۔ الحمد للہ

امسال سٹیج کی بیک گراؤنڈ سادہ مگر دیدہ زیب تھی جس کا پس منظر حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانا تھا۔ نیلے رنگ کے کینوس پر سورۃ النساء کی آیت 37 تحریر تھی جس کے ساتھ اس کا انگریزی ترجمہ بھی دیا گیا تھا۔ اس آیت کا اردو ترجمہ یوں ہے: ''اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی۔ اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور ان سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یقیناً اللہ اس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر (اور) شیخی بگھارنے والا ہو۔''

اجتماع ہال میں چاروں طرف مختلف بینرز آویزاں تھے جن پر خصوصیت سے مجلس انصار اللہ کے قیام کے مقاصد اور انصار کے لئے خلفائے سلسلہ کی ارشاد فرمودہ ہدایات رقم تھیں۔ ہال کو بنیادی طور پر دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ایک حصہ میں سٹیج بنا کر سامنے 1150 ہزار کرسیاں قرینے سے رکھی گئی تھیں۔ سٹیج کے بائیں طرف ایک بڑی سکرین لگائی گئی تھی جس کے ذریعہ اجتماع سے مخاطب ہونے والے افراد Presentations کے ساتھ بھی اپنے مؤقف کی وضاحت کرتے رہے۔ نیز دُور بیٹھنے والے احباب کو اجتماع کی کارروائی کے مختلف مناظر صاف نظر آتے رہے۔ ہال کا دوسرا حصہ نماز کے لئے صفیں بچھا کر تیار کیا گیا تھا جس میں اڑہائی ہزار افراد بآسانی کھڑے ہو کر نمازیں ادا کر سکتے تھے۔ ہال کے پچھلے حصہ میں سٹیڈیم کی طرز پر سینکڑوں کرسیاں نصب تھیں۔ گویا Main Hall میں قریباً پانچ ہزار افراد کے کرسیوں اور فرشی نشست پر بیٹھنے کا وسیع انتظام موجود تھا۔

سٹیج کے حوالہ سے دیکھا جائے تو Main Hall کی عقبی جانب سٹیڈیم کی طرز پر نصب کرسیوں کے پیچھے چند کمرے تھے جنہیں بیک وقت بعض دیگر پروگراموں کے لئے استعمال کیا جاتا رہا۔ مثلاً بعض علمی مقابلہ جات اور ورکشاپس کے وہاں انعقاد کے علاوہ خاص مہمانوں کے طعام کا انتظام بھی ان کمروں میں ہی کیا گیا تھا۔ ان کمروں کے اوپر کے حصہ میں ایک وسیع گیلری تھی جس میں 900 افراد کے بیک وقت میزوں پر بیٹھ کر کھانا کھانے کے لئے کرسیوں کا انتظام کیا گیا تھا۔ جبکہ آخری اجلاس سے قبل دوپہر کے کھانے کے وقت سینکڑوں افراد نے وہیں کھڑے ہو کر بھی کھانا کھایا۔ ایسے افراد جو سیڑھیاں چڑھنے سے معذور تھے، اُن کے لئے کھانے کا اہتمام ہال کے باہر نصب کی جانی والی ایک بڑی مارکی میں کیا گیا تھا۔ اس مارکی میں بھی 300 افراد کے بیٹھ کر کھانے کے لئے کرسیاں مہیا کی گئی تھیں۔ دونوں طعام گاہوں میں Buffet کا انتظام تھا۔ کھانے کا معیار عموماً بہت

اچھا تھا اور ہر کھانے کے وقت نان اور چاولوں کے علاوہ عموماً دو سالن اور ایک میٹھی ڈش (کھیر، حلوہ یا زردہ وغیرہ) مہیا کی جاتی تھی۔ چائے کا انتظام بھی بہت عمدہ تھا جس کے ساتھ ہمہ وقت عمدہ قسم کے Croissant دستیاب تھے۔ نیز پھلوں میں انگور، کیلے اور سیب وافر مقدار میں مہیا کئے گئے تھے۔ الغرض خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت سی نعماء کو اس اجتماع کی طعام گاہوں میں مہیا کیا گیا تھا۔

ہال کے ایک حصہ میں ایک معلوماتی نمائش کا اہتمام تھا۔ اس خوبصورت نمائش کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ایک حصہ میں مختلف قیادتوں کے ڈیسک لگائے گئے تھے جن پر اُن قیادتوں کے نمائندگان مقامی عہدیداروں کی راہنمائی کے لئے اپنی مطبوعات کے ساتھ موجود تھے۔ نمائش کے اطراف میں مختلف موضوعات پر آیاتِ قرآنی اور اُن کا ترجمہ آویزاں تھا نیز مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم بھی میز پر ترتیب سے رکھے گئے تھے۔ مجلس انصاراللہ کی تبلیغی کاوشوں پر مبنی تصاویر بھی جابجا آویزاں کی گئی تھیں اور مجلس انصاراللہ یوکے کی نیشنل اور ریجنل سطحوں پر ہونے والے چند اہم پروگراموں کی تصاویر اور معلومات پر مبنی پوسٹرز نمائش کے لئے پیش کئے گئے تھے۔

رجسٹریشن کے مطابق اجتماع کے پہلے روز قریباً ساڑھے آٹھ صد انصار تشریف لائے تھے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

انصار کو بسہولت مقام اجتماع تک پہنچانے کے لئے مسجد بیت الفتوح مورڈن، مسجد فضل لندن اور بعض دیگر مقامات سے کوچز کا اہتمام کیا گیا تھا جبکہ انصار کی ایک بڑی تعداد اپنی ذاتی کاروں اور ویگنوں کے ذریعہ بھی تشریف لائی تھی۔ مقام اجتماع کی پارکنگ میں پانچ صد کاروں اور ویگنوں کو بسہولت پارک کرنے کی گنجائش موجود تھی۔ اس کے علاوہ سینکڑوں افراد زمین دوز ریل کے نظام (underground ریل سسٹم) کے ذریعہ قریبی سٹیشن Tottenham Hale تک پہنچے تھے جہاں سے انہیں مقام اجتماع تک لانے اور پھر واپس پہنچانے کے لئے چار ویگنوں پر مشتمل شٹل سروس کا انتظام کیا گیا تھا جو روزانہ چار بجے سہ پہر تک انصار کو لانے اور نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد رات گئے تک واپس پہنچانے کے لئے مسلسل سرگرم عمل نظر آئیں۔

ٹوائلٹس کا انتظام اگرچہ عارضی طور پر کیا گیا تھا تاہم کافی تعداد میں صاف ستھری ٹوائلٹس اور وضو کرنے کی جگہیں مہیا کی گئی تھیں۔ چنانچہ سوائے نماز کی تیاری کے اوقات کے احباب کو انتظار کی زحمت نہیں اٹھانی پڑی۔

وسیع و عریض اور مسقف ہال میں ایک فراخی کا احساس ہمہ وقت ہوتا رہا۔ مہمانوں کی اکثریت نے مقام اجتماع کے خوشنما مناظر اور کارکنان کی طرف سے کی جانے والی عمدہ سیٹنگ کو خوب سراہا اور برملا اعتراف کیا کہ آئندہ سالوں میں اجتماعات کے انعقاد کے لئے بھی ایسی ہی جگہ تلاش کی جانی چاہیئے۔

مقام اجتماع میں داخلہ کے فوراً بعد کارکنان کے ذریعہ مہمانوں کو خوش آمدید کہا جاتا تھا اور اُن کی راہنمائی کی جاتی تھی۔ رجسٹریشن کا شعبہ سرگرم عمل تھا جہاں مہمان انصار کی آسانی کے لئے دس ڈیسک قائم کئے گئے تھے۔ انصار کو مقام اجتماع میں داخل ہونے کے لئے جس رجسٹریشن کی ضرورت تھی وہ قبل از وقت Online بھی کروائی جاسکتی تھی۔ ویب سائٹ کے ذریعہ اجتماع کے متعلقہ معلومات کی تشہیر کافی عرصہ سے کی جارہی تھی جبکہ اجتماع کے دوران بھی پروگرام کے بعض حصے ویب سائٹ کی زینت بنائے جاتے رہے۔

مقام اجتماع میں مین ہال (Main Hall) میں داخل ہونے کے بعد فرسٹ ایڈ اور ہومیوپیتھی کے علاوہ ہیومینٹی فرسٹ، ریویو آف ریلیجنز، ریڈیو Voice of Islam اور قیادت مال کے سٹالز لگائے گئے تھے نیز اجتماع کا دفتر بھی قائم تھا۔

کھیلوں کا اہتمام اجتماع ہال کے باہر وسیع و عریض گراؤنڈ میں بچھے ہوئے خوبصورت ٹریکس پر کیا گیا تھا۔ اس میدان میں بھی مسقف حصہ میں سینکڑوں لوگوں کے لئے بیٹھنے کا انتظام تھا۔

ہمیشہ کی طرح امسال بھی انصار کی رہائش کا اہتمام مسجد بیت الفتوح میں کیا گیا تھا جہاں سے مقام اجتماع تک آمدورفت کا انتظام کوچز کے ذریعہ بہترین طور پر کیا گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ امسال افتتاحی اجلاس میں شامل ہونے والے حاضرین کی تعداد ساڑھے سات سو سے زائد تھی جبکہ گزشتہ سال یہ تعداد قریباً دو صد تھی۔

مسجد بیت الفتوح میں رہائش پذیر انصار کی تعداد قریباً اڑہائی صد تھی۔ مسجد بیت الفتوح میں ہفتہ اور اتوار کو نماز تہجد باجماعت ادا کی گئی اور نماز فجر کے بعد درس دیا جاتا رہا۔ کوچز کے ذریعہ مقامِ اجتماع کے لئے روانگی سے قبل مسجد بیت الفتوح میں بھی ناشتہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ نیوہیم کی مسجد میں بھی سکاٹ لینڈ سے آنے والے 35 انصار کی رہائش کا انتظام کیا گیا تھا۔

گزشتہ سال کی طرح امسال بھی اردو میں کی جانے والی تمام تقاریر کے Live (براہ راست) انگریزی ترجمہ کرنے کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔

## سالانہ اجتماع کا پہلا روز

29 ستمبر 2017ء کی صبح ناشتہ کے بعد سے رجسٹریشن جاری تھی۔ دوپہر ایک بجے مقام اجتماع میں موجود انصار نے ایم ٹی اے انٹرنیشنل کے ذریعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطبہ جمعہ سنا جس کے بعد مقامی طور پر بھی نماز جمعہ کا اہتمام کیا گیا اور نماز جمعہ اور نماز عصر جمع کر کے ادا کی گئیں۔ اس کے بعد احباب نے کھانا کھایا اور وسیع و عریض مقام اجتماع کے خوبصورت نظاروں نیز معلوماتی تبلیغی نمائش سے لطف اندوز ہوتے رہے۔

شام پانچ بجے کے بعد اجتماع کے پہلے اجلاس کا آغاز ہوا جس کی صدارت مکرم رفیق احمد حیات صاحب امیر یوکے نے کی۔ تلاوت قرآن کریم کی سعادت مکرم معید حامد صاحب کو حاصل ہوئی۔ آیات کریمہ کا انگریزی ترجمہ مکرم ناصر آرچرڈ صاحب نے پڑھا۔ پھر مکرم ڈاکٹر چوہدری اعجاز الرحمٰن صاحب صدر مجلس انصاراللہ برطانیہ کی اقتداء میں انصار نے کھڑے ہو کر انصاراللہ کا عہد دہرایا۔ جس کے بعد مکرم سیّد محی الدین زبیر صاحب نے نظم پڑھی۔

اس کے بعد لوائے انصاراللہ لہرانے کی تقریب منعقد ہوئی۔ مکرم امیر صاحب یوکے نے لوائے انصاراللہ جبکہ مکرم صدر صاحب مجلس انصاراللہ یوکے نے برطانیہ کا قومی پرچم لہرایا۔ جس کے بعد مکرم امیر صاحب نے دعا کروائی۔

مکرم امیر صاحب نے اپنی افتتاحی تقریر میں انصار کو بعض تربیتی امور سے متعلق توجہ دلائی۔ خصوصاً سوشل میڈیا کے حوالہ سے بتایا کہ ہمارے بچے سوشل میڈیا کے ماحول میں پرورش پا رہے ہیں۔ انہیں یہ بتانا چاہیئے کہ ہماری تمام باتوں اور حرکات کا ریکارڈ ہمیشہ کے لئے محفوظ چلا جاتا ہے چنانچہ بہت سے اہم سیاسی

راہنماؤں اور دیگر نمایاں شخصیات کو کئی بار غیر متوقع طور پر جگ ہنسائی کا سامنا کرنا پڑا۔ پس اپنے بچوں کی تربیت اس طرح کرنے کی کوشش کریں جس میں ناواجب سختی یا غیر ضروری نرمی نظر نہ آئے۔

مکرم امیر صاحب نے خصوصی دعاؤں پر زور دیا جو دنیا میں امن قائم کر دیں۔ موجودہ حالات میں جب دنیا تباہی کی طرف بڑھ رہی ہے تو دعا کی اہمیت اور ضرورت بھی بڑھ رہی ہے تا کہ خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کیا جائے۔ اگر کبھی ہمیں اپنی دعاؤں کا جواب نہ ملے تو مایوس نہیں ہونا چاہئے بلکہ یہ یقین رکھنا چاہئے کہ دعا کبھی ضائع نہیں جاتی۔

مکرم امیر صاحب نے سوشل سیکیورٹی سسٹم میں بعض ایسے بدعنوان لوگوں کے حوالہ سے بھی بات کی جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ ایک زمانہ تھا کہ پاکستان میں کسی کی دیانتداری کے اعلیٰ معیار کو دیکھ کر یہ اندازہ لگا لیا جاتا تھا کہ یہ احمدی ہے۔

افتتاحی اجلاس کا اختتام دعا کے ساتھ ہوا جو مکرم امیر صاحب نے کروائی۔

بعد ازاں مکرم امیر صاحب کی زیر صدارت ہی اجتماع کا پہلا باقاعدہ اجلاس بھی شروع ہوا جس میں تلاوت قرآن کریم مکرم سلیم احمد صابر صاحب نے کی۔ آیات کریمہ کا انگریزی ترجمہ مکرم Ahmad Yanful صاحب نے پڑھا۔ اور پھر مکرم رانا مشہود احمد صاحب جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ برطانیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی انسانی ہمدردی کے موضوع پر اردو زبان میں تقریر کی۔

اس اجلاس کے اختتام سے قبل مکرم رفیع احمد بھٹی صاحب چیئر مین Charity Walk for Peace نے گزشتہ سال 2016ء میں ایسٹ لندن میں منعقد کی جانے والی سالانہ چیریٹی واک سے چند جھلکیاں پیش کرتے ہوئے بتایا کہ اِس واک کے ذریعہ مختلف چیریٹی اداروں کے لئے پانچ لاکھ پاؤنڈز سے زائد رقم اکٹھی کی گئی تھی لیکن اس کے انتظامات اور اس کی روح نے غیروں کو بھی اس قدر متاثر کیا کہ متعلقہ میئر نے ازخود ہمیں دعوت دی کہ امسال 2017ء کی چیریٹی واک بھی اُن کے علاقہ میں ہی منعقد کی جائے۔ چنانچہ توقع ہے کہ امسال ساڑھے سات لاکھ پاؤنڈز کی رقم چیریٹی اداروں میں تقسیم کرنے میں کامیابی حاصل ہو جائے گی۔ نیز اسلام احمدیت کی صحیح معانی میں تصویر کشی کرنے والی یہ پیس واک نہ صرف نیشنل سطح پر بلکہ علاقائی سطحوں پر کامیابی کی منازل طے کر رہی ہے۔ اس موقع پر چند ریجنل ناظمین نے سٹیج پر آ کر اپنے ریجنز میں ہونے والی چیریٹی واک کی کامیابی کے حوالہ سے مختصراً ذکر بھی کیا۔ ان میں مکرم مظفر احمد صدیقی صاحب (ایسٹ)، مکرم نصیر الدین صاحب، مکرم ڈاکٹر رضوان اللہ خان صاحب (اسلام آباد) اور مکرم طاہر نسیم صاحب (سکاٹ لینڈ) شامل ہیں۔

اجلاس کے اختتام پر دعا کروانے سے قبل مکرم امیر صاحب نے ابتدائی چیریٹی واکس کے حوالہ سے اپنی چند یادداشتیں پیش کیں اور بتایا کہ قریباً تیس سال قبل اس واک کا جب آغاز ہوا تھا تو نسبتاً بہت تھوڑی رقم چیریٹی اداروں کے لئے جمع ہوئی تھی۔ لیکن اُس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ ایک وقت آئے گا جب اس کے ذریعہ ملینز جمع ہوا کریں گے۔

بعد ازاں نماز مغرب اور عشاء ادا کی گئیں اور پہلے دن کا پروگرام اختتام کو پہنچا۔ اس کے بعد انصار نے کھانا کھایا اور رہائشگاہوں کے لئے روانہ ہوئے۔

## سالانہ اجتماع کا دوسرا روز

پروگرام کے مطابق صبح مسجد بیت الفتوح مورڈن میں نماز تہجد باجماعت ادا کی گئی جہاں انصار کی ایک بڑی تعداد کی رہائش کا انتظام کیا گیا تھا۔

آج صبح کے اجلاس میں چند علمی مقابلہ جات کا انعقاد ہوا جن میں تلاوت، نظم خوانی، حفظ قرآن، اردو اور انگریزی میں مقابلہ تقریر اور مقابلہ فی البدیہہ تقریر شامل تھے۔ جبکہ اُسی وقت میدانِ عمل میں چند ورزشی مقابلہ جات منعقد ہوئے۔ ان مقابلہ جات میں والی بال، فٹ بال، رسّہ کشی، گولہ پھینکنا، کلائی پکڑنا، وزن اٹھانا اور گیند پھینکنے کے علاوہ مختلف دوڑیں شامل تھیں۔ ورزشی مقابلہ جات کے لئے انصار کو عمر کے لحاظ سے تین حصّوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔

نماز ظہر وعصر کی باجماعت ادائیگی کے بعد اجتماع کا تیسرا سیشن مکرم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد فضل لندن کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم مکرم داؤد احمد صاحب نے کی۔ آیات کریمہ کا انگریزی ترجمہ مکرم نایاب حیدر سیّد صاحب نے پڑھ کر سنایا۔ اور مکرم فرید محمود مبشر صاحب نے نظم پڑھی۔

اس سیشن میں پہلی تقریر مکرم ڈاکٹر شکیل احمد صاحب کی تھی۔ انگریزی میں کی جانے والی اس تقریر کا موضوع تھا: "Existence of God - Dismantling the Atheist Arguments" یعنی ہستی باری تعالیٰ کو ثابت کرنے کے لئے ایک دہریہ کے دلائل کا ردّ کیسے کیا جائے۔

اس سیشن میں دوسری تقریر مکرم مولانا نسیم احمد باجوہ صاحب امام مسجد بیت الفتوح مورڈن کی اردو زبان میں تھی جس کا موضوع تھا: ''کامیاب داعی الی اللہ کیسے بنا جا سکتا ہے''۔

اس سیشن کی تیسری اور آخری تقریر مکرم بوکاری ٹومی کالون صاحب صدر پین افریقن ایسوسی ایشن یوکے کی انگریزی زبان میں تھی جس کا موضوع تھا: "Spreading the message - A collective responsibility" یعنی تبلیغ اسلام ہماری اجتماعی ذمہ داری ہے۔

اس سیشن میں دو معزز مہمانوں نے اپنے خیالات کا اظہار بھی کیا جن کا تعلق Prescott سے ہے۔ یہی وہ علاقہ ہے جہاں آئندہ سال کی پیس چیریٹی واک کئے جانے کا پروگرام ہے۔ ان مہمانوں نے ایک وہاں کے کونسلر Mr. Nick تھے جبکہ دوسرے میئر کونسلر افتخار احمد چودھری تھے۔

اجلاس کے اختتام سے قبل ایک Presentation مکرم شکیل احمد بٹ صاحب قائد تبلیغ مجلس انصار اللہ یوکے نے پیش کی۔ آپ نے مختلف اعداد و شمار پیش کرتے ہوئے گزشتہ سال کے دوران مجلس انصار اللہ برطانیہ کی تبلیغی کاوشوں پر روشنی ڈالی اور تقسیمِ لٹریچر، دیہات تک رسائی، تبلیغی سٹال، انفرادی تبلیغ اور نمائشوں کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ افراد کو اسلام احمدیت کی تعلیمات سے آگاہ کئے جانے سے متعلق مساعی کو پیش کیا۔

تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں حاصل ہونے والے ثمرات کے حوالہ سے مکرم قائد صاحب نے بتایا کہ امسال اب تک 37 سعید روحوں کو اسلام احمدیت کی آغوش میں آنے کی توفیق ملی ہے۔

مکرم قائد صاحب تبلیغ کی دعوت پر دو انصار مکرم فضل الرحمٰن صاحب (استاد

جامعہ احمدیہ یوکے) اور مکرم عثمان احمد چاؤ صاحب نے مائیک پر تشریف لاکر اپنی ذاتی تبلیغی مساعی میں ہونے والی غیر معمولی کامیابیوں کا پس منظر مختصراً بیان کیا۔

اس کے بعد مکرم امام صاحب نے دعا کروائی جس کے ساتھ ہی یہ اجلاس اپنے اختتام کو پہنچا۔

سالانہ اجتماع انصاراللہ کے چوتھے سیشن کی صدارت مکرم مولانا عبدالماجد طاہر صاحب ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن نے کرنا تھی لیکن راستہ میں ٹریفک کی وجہ سے وہ تاخیر سے پہنچے۔ چنانچہ ٹھیک وقت پر اس سیشن کا آغاز مکرم ڈاکٹر اعجاز الرحمٰن صاحب صدر مجلس انصاراللہ یوکے کی زیرصدارت تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم ٹوبان ایفرام موانجے (Toban Ephram Mwanje) صاحب نے کی۔ آیات کریمہ کا ترجمہ مکرم ندیم الرحمٰن صاحب نے پیش کیا۔

اس سیشن کی پہلی تقریر اردو زبان میں مکرم مولانا ظہیر احمد خان صاحب قائد تربیت مجلس انصاراللہ یوکے کی تھی جس کا موضوع تھا: ''حقوق العباد۔ عائلی تعلقات''۔

اس سیشن کی دوسری تقریر مکرم ڈاکٹر زاہد خان صاحب صدر قضاء بورڈ یوکے نے انگریزی زبان میں کی۔ اس تقریر کا موضوع تھا: "Upbringing Children in the Uk" یعنی ''برطانیہ میں بچوں کی پرورش''۔

اس سیشن کی تیسری اور آخری تقریر مکرم مولانا عبدالماجد طاہر صاحب نے اردو زبان میں کی جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حوالہ سے چند دلچسپ اور ایمان افروز مشاہدات بیان کئے۔

اس کے بعد انصار اور مجالس کو انعامات دینے کی مختصر تقریب منعقد ہوئی۔ شعبہ تبلیغ اور شعبہ مال کے تحت عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والی مجالس اور انفرادی طور پر کاوش کرنے والے انصار میں مکرم مولانا عبدالماجد طاہر صاحب نے انعامات تقسیم کئے۔ سیشن کے اختتام سے قبل معروف شاعر مکرم مبارک احمد صدیقی صاحب نے خلافت اور جماعت احمدیہ کی قربانیوں کے حوالہ سے کہی جانے والی اپنی چند خوبصورت نظموں سے ماحول کو گرمادیا۔

سیشن کا اختتام دعا کے ساتھ ہوا جو مکرم مولانا عبدالماجد طاہر صاحب نے کروائی۔ اس کے بعد نماز مغرب و عشاء باجماعت ادا کی گئیں۔ بعدازاں انصار نے کھانا کھایا اور اپنی رہائشگاہوں کی طرف روانہ ہوگئے۔

## سالانہ اجتماع کا تیسرا روز

یکم اکتوبر 2017ء بروز اتوار صبح دس بجے اجتماع کا پانچواں سیشن شروع ہوا جس میں چند علمی مقابلہ جات (پیغام رسانی اور ٹیم کوئز) کا انعقاد ہوا۔ اسی دوران میدانِ عمل میں چند ورزشی مقابلہ جات کے فائنل ہوئے جن میں فٹ بال، والی بال اور رسّہ کشی شامل ہیں۔ نیز کبڈی کا ایک نمائشی میچ مجلس خدام الاحمدیہ یوکے اور مجلس انصاراللہ یوکے کی ٹیموں کے مابین کھیلا گیا جو خدام کی ٹیم نے جیت لیا۔

اس دوران دو ورکشاپس کا اہتمام بھی کیا گیا تھا۔ پہلی ورکشاپ انٹرنیٹ کی برائیوں سے بچوں کی حفاظت سے متعلق "Parenting and Internet Safety" کے موضوع پر مکرم ندیم الرحمٰن صاحب نے کروائی جبکہ دوسری ورکشاپ کا اہتمام شعبہ صنعت وتجارت کے زیر اہتمام مکرم ڈاکٹر احمد سلام صاحب سیکرٹری صنعت وتجارت جماعت احمدیہ یوکے نے کیا جس میں CV, Carrier and Business کے حوالہ سے انصار کو معلومات مہیا کی گئیں۔

اجتماع کے چھٹے سیشن کا آغاز قریباً ساڑھے گیارہ بجے مکرم ڈاکٹر چودھری اعجاز الرحمٰن صاحب صدر مجلس انصاراللہ یوکے کی صدارت میں تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوا جو مکرم محمد عامر رانا صاحب نے کی۔ آیات کریمہ کا ترجمہ مکرم عثمان احمد چودھری صاحب نے پیش کیا۔ مکرم فیصل مبارک صاحب نے نظم پڑھی۔

اس سیشن کی پہلی تقریر نائب امیر و امام مسجد فضل لندن مکرم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب کی سیرۃ النبی ﷺ کے حوالہ سے انگریزی زبان میں تھی جس کا موضوع تھا: "Our Blessed Master - The best of men."

اس کے بعد مکرم نصیر احمد قمر صاحب ایڈیشنل وکیل الاشاعت لندن و مدیر اعلیٰ ہفت روزہ ''الفضل انٹرنیشنل'' نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت انسانیت کے موضوع پر اردو زبان میں تقریر کی۔

پھر مکرم فہیم احمد انور صاحب نے Cycling Club کا مختصر تعارف کرواتے ہوئے بتایا کہ یہ کلب بنیادی طور پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے مجلس انصاراللہ صف دوم کے لئے خصوصاً جاری فرمایا تھا۔ یوکے میں اب اس کلب کا اجرائے نَو ریجنل سطح پر بھی کیا جارہا ہے۔ جس کے انچارج مکرم ڈاکٹر حمّاد احمد خان صاحب ہیں۔ اس کلب میں کئی خدام بھی شامل ہیں اور آج کے اجتماع میں بھی آٹھ افراد سولہ میل کا فاصلہ بذریعہ سائیکل قریباً ڈیڑھ گھنٹہ میں طے کرکے مسجد بیت الفتوح مورڈن سے یہاں پہنچے ہیں۔

اس کے بعد مکرم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب نے چند علمی و ورزشی مقابلہ جات میں پوزیشن حاصل کرنے والوں کے علاوہ چیریٹی کے لئے رقم جمع کرنے والی اور شعبہ ایثار کے تحت نمایاں خدمت بجالانے والی مجالس میں انعامات تقسیم کئے۔

اس اجلاس کا اختتام مکرم ڈاکٹر چودھری اعجاز الرحمٰن صاحب صدر مجلس انصاراللہ یوکے کی تقریر سے ہوا۔ آپ نے سورۃ آل عمران کی آیت 15 کی تلاوت کی جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہیں عورتیں، بچے اور دیگر دنیاوی مال و متاع تو بے شک بہت بھاتی ہیں لیکن اصل اجر اللہ تعالیٰ کے ہی پاس ہے۔ چنانچہ یہ چیزیں کسی کو اُس کی پیدائش کے مقصد سے غافل نہ کردیں جو بلاشبہ یہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں نے جن اور انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

محترم صدر صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبہ جمعہ کے حوالہ سے نماز کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی اور کہا کہ انصار کو اپنی ذاتی زندگی میں نماز کی اہمیت پیدا کرنے اور اس سلسلہ میں کوشش کرنے کے علاوہ اپنے بیوی بچوں اور دیگر گھر والوں کی بھی نگرانی کرنی چاہئے۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کے ارشادات کے حوالہ سے نماز کی اہمیت کو اجاگر کیا۔

مکرم صدر صاحب نے بتایا کہ سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے 27 دسمبر 1941ء کو جلسہ سالانہ کے موقع پر انصار کو مخاطب کرتے ہوئے تین امور کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی تھی۔ پہلی بات یہ تھی کہ انصار کو معاشرہ میں تقویٰ کے فروغ کی کوشش کرنی چاہئے۔ یعنی تمام ارکانِ ایمان کی اہمیت ذہن نشین کروانا چاہئے کیونکہ کسی انسان میں منافقت اور بزدلی اُسی وقت پیدا ہوتی ہے جب اُس

کے دل میں ایمان کی کمی ہو۔ حضرت مصلح موعودؓ نے دوسری چیز باجماعت نماز کی ادائیگی کے لئے کوشش کرنا قرار دی۔ نیز یہ بھی ایک ناصر کی فیملی کو نماز کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانا بھی اُس ناصر کا فرض ہے۔ تیسرا امر خدا تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنے کی اہمیت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ کا ارشاد ہے کہ دولت ہی نہیں بلکہ اس کے علاوہ علم، عقل، جذبات اور دیگر نعماء بھی خدا تعالیٰ کی عطا ہیں اور ان سب نعماء میں سے خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا مستحسن ہے۔

مکرم صدر صاحب نے حاضرین سے پوچھا کہ آپ خود یہ فیصلہ کریں کہ کیا ہم واقعی انصاراللہ میں ہونے کا فرض نبھا رہے ہیں۔ مثلاً اگر جماعت کے لئے خدمت کا موقع آئے تو اُس وقت آپ خدمتِ دین کو ترجیح دیں گے یا اپنے کام کو، بچوں کو اور اپنی فیملیوں کو!؟

محترم صدر صاحب نے گزشتہ ایک سال میں ہونے والے اہم پروگراموں اور مجلس انصاراللہ یوکے کی کامیاب کارگزاری پر بھی اختصار سے روشنی ڈالی۔ جن میں گزشتہ سال نومبر میں برطانوی پارلیمنٹ کے دارالعوام میں ہونے والا خصوصی ڈنر بھی شامل تھا جس میں تیس ممبرانِ پارلیمنٹ شامل ہوئے۔ اس موقع پر پانچ لاکھ پاؤنڈ کی رقم 68 چیریٹیز میں تقسیم کی گئی۔

اسی طرح امسال مئی میں ہونے والی چیریٹی واک میں ایک ہزار سے زیادہ مقامی مہمان شامل ہوئے تھے جس کے نتیجے میں ساڑھے سات لاکھ پاؤنڈ کی رقم اکٹھی کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جو ایک سو چیریٹیز میں تقسیم کی جائے گی۔

چیریٹی کے ذریعہ اکٹھی کی جانے والی رقم میں سے مغربی افریقہ کے ملک بورکینافاسو میں Masroor Institute of Ophthalmology کی تعمیر کا منصوبہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجلس انصاراللہ یوکے کے سپرد کیا گیا تھا۔ ایک ملین پاؤنڈ کے اس منصوبہ کے لئے اب تک تین لاکھ پاؤنڈ کی رقم ادا کی جاچکی ہے جبکہ مزید سوا لاکھ پاؤنڈز جلد ہی ادا کر دیئے جائیں گے۔ اسی طرح امسال اکٹھی کی جانے والی رقم میں سے 72 ہزار پاؤنڈ ہیومینٹی فرسٹ کے منصوبوں خصوصاً صاف پانی کی فراہمی کے لئے دیئے گئے ہیں جبکہ مزید 25 ہزار جلد ہی مزید ادا کئے جائیں گے تاکہ غانا میں ایک سکول قائم کیا جاسکے۔ اسی طرح بورکینافاسو میں غریب طلباء کیلئے ایک ہوسٹل کے قیام کا منصوبہ بھی زیر تکمیل ہے۔

محترم صدر صاحب نے بتایا کہ گزشتہ دسمبر میں ہونے والی مجلس شوریٰ نے اجتماع کے لئے اٹھنے والے اخراجات میں نمایاں کمی کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ چنانچہ اجتماع کے اس نئے مقام پر انعقاد کے نتیجہ میں ہونے والے اخراجات کا اندازہ گزشتہ سال کی نسبت قریباً نصف ہے۔

محترم صدر صاحب نے بیان کیا کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے حالیہ دورہ کینیڈا کے دوران مجلس انصاراللہ یوکے کے ''قرآن پراجیکٹ'' پر خوشنودی کا اظہار فرمایا ہے۔ اس منصوبہ کے تحت قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کی دس ہزار کاپیاں اہل علم افراد میں تقسیم کی جائیں گی۔ اسی طرح ہماری خوش قسمتی ہے کہ حضور انور نے بیرونی ممالک میں انصاراللہ کی مجالس عاملہ کے ساتھ ملاقاتوں کے دوران ہماری تبلیغی سرگرمیوں خصوصاً پیس چیریٹی واک اور کتب "Life of Muhammad" اور "Pathway to Peach" کی تقسیم کے حوالہ سے خوشنودی کا اظہار فرماتے ہوئے انہیں قابل تقلید قرار دیا ہے۔

محترم صدر صاحب نے بتایا کہ یہ امر قابل تشویش ہے کہ ہماری تربیتی کارگزاری نے کبھی حضور انور کی توجہ اپنی طرف مبذول نہیں کی حالانکہ قائد صاحب تربیت اور اُن کی ٹیم نے امسال بہت سے سیمینار اور فیملی فورم منعقد کئے ہیں۔ چنانچہ اس کا یہی مطلب ہے کہ ہمیں اس سلسلہ میں خاص کوشش کرنی چاہئے۔

آپ نے کہا کہ مجلس انصاراللہ کی ایک بنیادی ذمہ داری قرآن کریم کی تعلیم دینا بھی ہے۔ چنانچہ ہماری مجلس اب تک پہلے پچیس پاروں اور تیسویں پارہ کا انگریزی زبان میں لفظی ترجمہ شائع کرچکی ہے جن سے دنیا کے کئی انگلش سپیکنگ ممالک میں استفادہ کیا جارہا ہے۔

محترم صدر صاحب نے حضور انور ایدہ اللہ کی طرف سے نظام وصیت میں شامل ہونے کے لئے جاری خصوصی سکیم کا بھی ذکر کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالہ سے وصیت کے بابرکت نظام میں شامل ہونے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے انصار کو اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی۔

مکرم صدر صاحب کی تقریر کے بعد وقفہ برائے طعام و تیاری نماز ہوا۔

## اختتامی اجلاس

نماز ظہر وعصر کی باجماعت ادائیگی کے بعد اختتامی اجلاس منعقد ہوا جس کی صدارت مکرم رفیق احمد حیات صاحب امیر جماعت احمدیہ برطانیہ نے کی۔ اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن سے ہوا جو مکرم معید حامد صاحب نے کی۔ آیات کریمہ کا انگریزی ترجمہ مکرم ضیاء الرحمٰن صاحب نے پڑھ کر سنایا۔ صدر مجلس کی اقتداء میں عہد دہرائے جانے کے بعد مکرم خالد محمود بٹ صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے حمدیہ کلام سے چند اشعار بہت دلنشیں آواز میں پیش کئے۔

اس کے بعد مکرم ظہیر احمد جتوئی صاحب چیئرمین پیس چیریٹی واک (Peace Charity Walks) نے امسال ہونے والی سالانہ میراتھن واک کی مختصر رپورٹ پیش کی اور چیریٹی واک کے اُن شرکاء کے نام بتائے جنہوں نے قابل قدر رقم (ایک ہزار پاؤنڈز) جمع کرنے کی توفیق پائی تھی۔ ان احباب کو Charity Champion کہا جاتا ہے اور امسال ایسے چیمپئنز کی تعداد دوصد کے قریب تھی۔ امسال جمع کی گئی رقم کو قریباً ایک صد چیریٹیز میں تقسیم کیا جائے گا اور اس سلسلہ میں 6 دسمبر کو پارلیمنٹ کے دارالامراء میں ایک تقریب کا انعقاد کیا جائے گا۔ نیز یہ کہ آئندہ سال کی چیریٹی واک 29 اپریل 2018ء کو Runny Meet کونسل کے تعاون سے منعقد کی جائے گی۔

بعد ازاں مکرم منصور احمد ساقی صاحب ناظم اعلیٰ اجتماع نے مختصر رپورٹ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ امسال اجتماع میں شامل انصار کی تعداد 2382 ہے جبکہ 348 دیگر افراد بھی اجتماع میں شامل ہوئے ہیں اور اس طرح اجتماع کی کُل حاضری 2733 ریکارڈ کی گئی ہے۔ گزشتہ سال اجتماع میں شامل ہونے والے انصار کی تعداد 2009 تھی۔

رپورٹ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اس خطبہ جمعہ کے ایک حصہ کی ریکارڈنگ پیش کی گئی جس کا تعلق مجلس انصاراللہ برطانیہ کے سالانہ

باقی صفحہ 18 پر ملاحظہ فرمائیں